1346ھ/1927ء میں ردِ وہابیت پر معرکہ آرا علمی تصنیف

ترمیم شدہ ایڈیشن

ردِ وہابیت



تصنیف
حضرت علامہ
خواجہ محمد حسن جان فاروقی
رحمۃ اللہ علیہ
مجددی سرہندی

ترجمہ
حضرت علامہ مولانا
حافظ محمد عبدالستار سعیدی
مدظلہ

مکتبہ فکر رضا کراچی

الاصول الاربعۃ فی تردید الوھابیّۃ

کا سلیس اردو ترجمہ

ردِّ وہابیّت

تصنیف:
حضرت علامہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ:
حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستّار سعیدی مدظلہ

ناشر
مکتبہ فکر رضا کراچی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

نام کتاب — الاصول الاربعۃ فی تردید الوھابیۃ

مصنف — حضرت علامہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ — ردِ وہابیت

مترجم — جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ

محرک — مولانا محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ العالی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اشاعت — اکتوبر 2011ء ذالقعد 1432ھ

صفحات — 308

تعداد — 1100

قیمت — 260

ناشر

مکتبہ فکر رضا کراچی پاکستان

فہرست مضامین

باب نمبر 3

تعارف

مترجم الاصول الاربعة فی تردیدالوھابیة
مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ

از: مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری

صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

سالار خاندان: مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالستار سعیدی ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس کی دنیوی وجاہت و شرافت تو کئی پشتوں سے مسلمہ چلی آرہی ہے، آپ کے آباؤ اجداد نے زمینداری کا پیشہ اپنایا، علاقہ بھر میں اس خاندان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور باہمی تنازعات کے تصفیہ کے لئے اسی خاندان کی طرف رجوع کرتے ہیں، مگر دینی علوم کی طرف اس خاندان کا زیادہ رجحان نہ تھا۔

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی سے پہلے اس خاندان کا کوئی فرد دینی علوم سے بہرہ ور نہیں ہوا، اس لحاظ سے آپ کا وجود مسعود خاندان کے لئے باعث فیض و برکات ثابت ہوا کیونکہ آپ نے دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم و فنون اسلامیہ میں بھی دسترس حاصل کی۔ آپ کی دیکھا دیکھی خاندان کے اکابر نے اپنے بچوں کو دینی علوم کی راہ پر گامزن کیا، چنانچہ اس وقت آپ کے خاندان ذی وقار میں تیس (۳۰) سے زائد حافظ، قاری اور عالم دین موجود ہیں، جبکہ خاندان کے کئی بچے حفظ قرآن پاک اور دینی علوم کی تحصیل میں مصروف عمل ہیں، اس لئے حافظ صاحب بلاشبہ خاندان کیلئے قابل تقلید مثال ثابت ہوئے ہیں، لہذا اس مناسبت سے آپ کو سالار خاندان کے لقب سے ملقب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

ابتدائی حالات: مولانا الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی ضلع راولپنڈی کے ایک معروف گاؤں

گنگانوالہ میں قیام پاکستان سے تقریباً دو سال بعد ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو جناب چوہدری شیر دل (م، ستمبر ۱۹۹۷ء) بن چوہدری جعفر خان نمبردار مرحوم کے گھر پیدا ہوئے، قرآن کریم ناظرہ اور پرائمری تک اپنے گاؤں میں پڑھتے رہے پھر حفظ قرآن کے لئے مدرسہ اعجاز القرآن جامع مسجد ٹھیکیداراں ڈھوک رتہ راولپنڈی میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا صوفی کامل حافظ محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ، سے ۱۹۶۵ء میں حفظِ قرآن پاک کی تکمیل کی، بعدازاں ۱۹۶۹ء میں ڈی، بی ہائی سکول چکری ضلع راولپنڈی سے مڈل کا امتحان پاس کیا، پھر آپ علوم دینیہ کی طرف راغب ہوئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا، حضرت مولانا گل احمد عتیقی صاحب سے فارسی، صرف اور نحو کی ابتدائی کتب شرح جامی تک پڑھیں، پھر ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم احسن المدارس راولپنڈی میں داخل ہوکر حضرت مولانا علامہ محمد سلیمان صاحب چشتی رضوی سے موقوف علیہ کی تکمیل کی، ساتھ ہی ۱۹۷۴ء میں سرگودھا بورڈ سے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان پاس کیا، ۱۹۷۴ء ہی میں دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لے کر منتہی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف کے بعد جامعہ اور تنظیم المدارس کی سند حاصل کی، آپ کے اساتذہ کرام میں ان علماء عظام کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد مہر الدین جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (م، ۱۹۸۷ء مدفون، لاہور)

استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

شیخ ۹ حضرت مولانا حسن الدین ہاشمی، امریکہ

حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی، راولپنڈی

حضرت مولانا مفتی محمد گل احمد خاں عتیقی، لاہور

حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م، یکم ستمبر ۱۹۹۷ء مدفون، لاہور)

عملی زندگی: یوں تو آپ کی زندگی عمل سے ہی عبارت ہے مگر فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب انسان پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھتا ہے تو اس وقت جس راہ پر وہ گامزن ہوتا ہے اسے عملی زندگی میں قدم رکھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، جنانچہ آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی عملی زندگی کا آغاز کردیا تھا،

۱۹۷۲ء میں جامع مسجد تازہ گل ڈھوگ رتہ میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے، اور آپ پر تعمیر سیرت و کردار کی راہیں کھلتی چلی گئیں، تبلیغ کا آغاز ہوا، چھ ماہ وہاں گزارے اور پھر جامع مسجد صوفی اللہ دین ڈھوک رتہ راولپنڈی میں دو سال تک خطابت و امامت کے مسند پر فائز رہے، ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک دس سال مسلسل جامع مسجد غوثیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خطابت کے جوہر دکھائے اور ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء کے آغاز تک جامع مسجد شو مارکیٹ شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں خطابت فرمائی، فروری ۱۹۸۷ء سے اب تک جامع مسجد مسلم لاہور میں محکمہ اوقاف کے تحت خطیب کے منصب پر فائز ہیں، جامع مسجد یا رسول اللہ، گلشن راوی میں بھی ۱۹۹۰ء سے تا حال ۲۰۰۱ء خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، خیال رہے کہ آپ پہلے یہاں تقریر فرماتے ہیں بعدہ دوسرا خطاب مسلم مسجد لوہاری میں کرتے ہیں۔

اولادِ امجاد: حضرت حافظ صاحب مدظلہ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں، بڑا بیٹا جس کا نام محمد صدیق سعیدی ہے نہایت ذہین، قابل اور شرافت کا پیکر ہے، میٹرک کے بعد قرآن کریم حفظ کرنے کی طرف مائل ہوا، چند پارے یاد کیے بعدہ کتب دینیہ کی طرف راغب ہوا، اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ میں درجہ رابعہ کی کتب پڑھ رہا ہے، چھوٹا بیٹا چار سال سے نہایت بیمار ہے جس کے باعث والدین انتہائی صبر آزما مرحلہ سے گزر رہے ہیں اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کی رحمت کے صدقے اسے صحت کاملہ عاجلہ مرحمت فرمائے، بچیاں بھی علوم دینیہ کے حصول میں مصروف ہیں، مولیٰ تعالیٰ حافظ صاحب کو اولاد امجاد کی طرف سے سکون و اطمینان کی دولت ابدی سے شادکام رکھے۔

تلامذہ: جنہیں روحانی اولاد سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تعداد کا تعین کار دارد، بس یوں سمجھئے جب آپ استاذ الاساتذہ، استاذ الحفاظ ٹھہرے تو روحانی اولاد کا سلسلہ کہاں تک پہنچا ہے اور پہنچے گا: واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ ﷺ!

تدریس: ۱۹۷۶ء سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریسی فرائض باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں، پاکستان میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، کو تعلیمی امور کی انجام دہی کے باعث خاص شہرت حاصل ہے بلاشبہ اس معاملہ میں ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی کی انتظامی

صلاحیت کو بڑا دخل ہے مگر یہاں کے اساتذہ کرام کا آپس میں قلبی تعلق، ہر معاملہ میں بلا روک ٹوک کھل کر بات کرنا اور باہمی اتفاق واتحاد کی فضا کو فروغ دینا، طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی واخلاقی تربیت کرنا، یہ ایسے امور ہیں جن کے باعث جامعہ کو پاکستان کے دینی مدارس میں انفرادی مقام حاصل ہے ایک مربوط نظام کی کشش یہاں غیروں کو بھی لے آتی ہے اور اس سلسلہ میں مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی کی کاوش دیگر اساتذہ سے سوا ہے کیونکہ آپ نہ صرف جامعہ کے ایک قابل استاذ، بلکہ جامعہ کے ناظم تعلیمات اور ناظم دارالاقامہ بھی ہیں، بزم رضا، کے ہفتہ وار پروگراموں کے عملاً نگران اعلیٰ آپ ہی ہیں۔ اور ماہانہ خصوصی پروگرام جو اردو عربی وفارسی اور انگلش زبانوں میں ہوتے ہیں ان کو کامیابی سے چلانے کا سہرا بھی آپ کے سر پر ہے، جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ شعبہ طلباء اور شعبہ طالبات (مدرسۃ البنات) کی نگرانی کے ساتھ ساتھ طالبات کو پندرہ روزہ درس عقائد بھی دیتے ہیں جس کا باپردہ انتظام ہوتا ہے اس درس میں طالبات کے علاوہ علاقہ کی مستورات بھی شریک ہوتی ہیں اور ان کے تحریری سوالوں کے مفصل ومدلل جوابات دیئے جاتے ہیں۔

الغرض آپ ۱۹۷۶ء میں فارغ التحصیل ہوتے ہی جامعہ کے شعبہ تدریس سے منسلک ہو گئے اور آج ۲۰۰۱ء تک تقریباً ۲۵ سال ہو رہے ہیں، تدریسی وتعلیمی امور بڑی دانشمندی سے انجام دے رہے ہیں اور حقیقتاً ان کا اوڑھنا، بچھونا جامعہ ہی ہے، اسلئے امید کی جاسکتی ہے، کہ جامعہ سے ان کی وابستگی ہمیشہ رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کرم بالائے کرم: حفظ قرآن کی نعمت، علوم وفنون اسلامیہ کی دولت اور پھر عملاً ہر شعبہ تبلیغ پر فائز ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل وکرم ہے مگر کرم بالائے کرم یہ ہے کہ آپ کو ۱۹۸۳ء میں حج وزیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی اس سال حج جمعۃ المبارک کو ہوا جسے عام طور پر حج اکبر کہا جاتا ہے اور پھر مزید برآں ۱۹۹۶ء میں دوبارہ بصورت عمرہ حاضری نصیب ہوئی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

بیعت: اسلاف، بیعت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اس کی اصل کتاب وسنت سے ماخوذ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے، لہٰذا انعام یافتگان کی راہ پر چلتے ہوئے مولانا الحاج حافظ عبدالستار سعیدی

نے بھی اپنے روحانی مشن کی تکمیل کے لئے اپنے پیر و مرشد کا انتخاب کیا اور خوب انتخاب ہے، چنانچہ آپ 22 اکتوبر 1979ء کو غزالی زماں، رازیِ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی روحانی زندگی کی ابتداء ماہ اکتوبر میں ہوئی جبکہ تیس سال قبل اکتوبر ۱۹۴۹ء میں آپ کی ظاہری زندگی کی ابتداء ہوئی تھی، یعنی آپ کی ولادت باسعادت اکتوبر میں ہوئی تو آپ کی عقیدت و ارادت کا سورج بھی اکتوبر ہی کے مہینے میں طلوع ہوا

تصانیف: بہت کم انسان ایسے ہوئے ہیں جو متعدد صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں، یہاں موازنہ و تقابل پیش کرنے کی گنجائش نہیں، اس لئے اشارہ کر دیا، حافظ صاحب مستند عالم، بہترین حافظ وقاری، قابل و محنتی مدرِّس، عمدہ خطیب، صوفی منش امام ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت پختہ ترین قلم کار بھی ہیں، ایک صاحب قلم کو جن اوصاف سے متصف کیا جا سکتا ہے ان میں یہ صفات عموماً زبان زد عام ہیں محقق، مؤرخ، ادیب، مصنف، مؤلف، مرتب، مصحح، جامع، مترجم وغیرہ، اگر ان میں سے ایک ایک صفت کو لیا جائے اور حافظ صاحب کی شخصیت پر منطبق کیا جائے تو بلا مبالغہ حافظ صاحب ان جملہ اوصاف سے موصوف نظر آئیں گے چنانچہ آپ نے تصنیف و تالیف اور ترتیب و ترجمہ میں وقت کی قلت کے باوجود نہایت عمدہ کارنامے انجام دیئے ہین، تدریس کے ساتھ ہی آپ نے تصانیف کا آغاز فرمایا، چنانچہ درج ذیل کتب آپ ہی کا قلمی شاہکار ہیں۔

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا سوانحی خاکہ، مطبوعہ، بزم رضا لاہور ۲۔ تعارف تصانیف علماء اہل سنت (غیر مطبوعہ) ۳۔ تقریرات بر حمد اللہ (غیر مطبوعہ) ۴۔ تقریرات بر شرح تہذیب (غیر مطبوعہ)

۵۔ شرح کافیہ (غیر مطبوعہ)

۶۔ ترجمۃ الاصول لما ربۃ فی تردید الوہابیۃ خواجہ محمد حسن جان اکیڈمی حیدرآباد

۷۔ مرآۃ التصانیف جلد اول، مکتبہ قادریہ، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۸۔ ترجمہ سنن نسائی (۳ جلد) حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۹۔ تعارف اراکین سنی رائیٹرز گلڈ (غیر مطبوعہ) ۱۰۔ شرح مقامات حریری (غیر مطبوعہ)

۱۱۔مرآۃ التصانیف (جلد دوم) (غیر مطبوعہ) ۱۲۔شرح ہدایۃ النحو (غیر مطبوعہ)

۱۳۔مصنفین صحاح ستہ اور ان کے شرائط اخذ وقبول، (غیر مطبوعہ) ۱۴۔صرف بھترال (اردو) زیر تالیف

۱۵تعلیم المنطق، مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور ۱۶۔تلخیص المنطق، مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور

۱۷۔مفتاح المرقات (اردو) بزم رضا، لاہور ۱۸۔صغریٰ (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۱۹۔اوسط (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ ۲۰۔کبریٰ (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۲۱۔میزان المنطق (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۲۲۔تعلیم الصرف مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور

۲۳۔ایساغوجی (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۲۴۔تعلیم الحکمت (اردو) ادارہ لوح وقلم لاہور

۲۵۔فوائد جلیلہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۶۔امام احمد رضا بریلوی جامع العلوم عبقری شخصیت، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۷۔سراجی (اردو) غیر مطبوعہ

۲۸.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۹.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۰.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۱.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۲.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۳.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۴.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۱۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۵.........ترجمہ فتاوی رضویہ جدید جلد ۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

جہاں تک مذکورہ تصانیف کا معاملہ ہے وہ اپنی جگہ، مگر فتاوی رضویہ جدید کیلئے حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی کی معیت میں شب و روز مصروف عمل ہیں، یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ

جس پر حضرت مفتی صاحب اور آپ کو جتنا بھی خراج عقیدت ومحبت پیش کیا جائے، کم ہے۔

تحاریک میں حصہ: مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ آزادی کا تازہ زمانہ تھا، تحریک پاکستان کی گونج سنائی دے رہی تھی، پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہو چکا تھا، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء کے وقت آپ نے ایک مجاہد کے روپ میں باقاعدہ حصہ لیا، جس کی تفصیل راقم السطور اپنی کتاب ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء اور جامعہ نظامیہ کا کردار'' میں درج کر چکا ہے آپ کے کارناموں کو وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے آپ نے اس تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا، علماء وطلباء جامعہ کو ہدایات دیں اور تحریک کو آخری دنوں تک چلایا، بعض مرحلے تو ایسے آئے کہ شہادت ہاتھ سے نکل گئی اور ساتھی جام شہادت نوش کر گئے، گولیوں کی بوچھاڑ میں حفاظ کرام کو جو شہید ہو چکے تھے اٹھایا اور مناسب مقام پر پہنچایا، اس دلدوز جان سوز منظر کی الفاظ میں تصویر کشی نہیں کی جا سکتی یہ آپ کا دل گردہ تھا کہ ایسے نازک ترین لمحات میں موت کو گلے لگایا، مگر موت نے آپ کا دفاع کیا، تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کو خاصے زخم آئے۔

کچھ ترجمہ کے بارے میں حضرت مترجم مدظلہ العالی کے تعارف سے قدرے آپ بہرہ مند ہوئے اب ترجمہ کے سلسلہ میں چند باتیں رقم کی جاتی ہیں، الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ ایک ایسی عظیم علمی وروحانی شخصیت کے قلم کا شاہکار ہے جن کے علوم وعرفان سے ایک دنیا آباد ہے ان کے فیضان کا سلسلہ بدستور جاری وساری ہے، دنیائے اسلام میں ان کا ایک نام اور مقام ہے گو وہ اس جہان فنا سے راہی بقا ہو چکے ہیں مگر ان کی روحانیت کے دریا رواں دواں ہیں، جنہیں براعظم ایشیاء خصوصاً سندھ پاکستان میں قدوۃ المحققین، تاج الاولیاء حضرت خواجہ حسن جان فاروقی مجددی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی اسم گرامی سے شہرت تامہ حاصل ہے۔

زیر نظر مترجم کتاب ''رد وہابیت'' حضرت کے فیوض وبرکات کا زندہ اور منہ بولتا ثبوت ہے جسے حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ نے عربی وفارسی کو اردو ادب کا حسین لباس پہنایا، ترجمہ نہایت پرلطف، روح پرور، ایمان افروز دلکش، سلیس، سادہ، آسان اور متن کی روح اور جان ہے، بطور نمونہ چند سطور ملاحظہ فرمائیے۔

داستان عجیبہ اس مقام پر ایک غیر مقلد مولوی اور ایک عام مقلد کے مناظرہ کا ذکر لطف سے خالی نہیں ہوگا قوم بلوچ کے ملا ابراہیم نامی ایک شخص نے مؤلف کو بتایا کہ پنجاب کا ایک مولوی غیر مقلد کوئٹہ بلوچستان میں وعظ کرنے آیا ہے، تو مسجد میں سامعین کے اجتماع کو دیکھ کر میں بھی ان میں شامل ہوگیا، مولوی صاحب نے دوران تقریر کہا کہ ہر شخص چاہے نبی ہو یا ولی مرنے کے بعد نفع ونقصان کسی کو نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ مر کر مٹی ہو جاتا ہے اور مٹی سے نفع ونقصان غیر مقصود ہے، میں نے کہا مولوی صاحب، انبیاء علیہم السلام کے حالت حیات میں معجزات تھے یا نہیں؟ اور اولیا کرام کی کرامات تھیں یا نہیں؟ تو اس نے کہا تھے تو میں نے کہا پھر وہ معجزات وکرامات کہاں گئے؟ اس پر اس نے کہا مرنے کے بعد مسلوب ہو گئے ہیں میں نے کہا مولوی صاحب لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام، اولیاء علیہم الرحمۃ اور عام مومنین، اگر انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات مسلوب ہو جاتی تھیں تو عام مومنین جن کے پاس سوائے ایمان کے کچھ ہوتا ہی نہیں ان کا ایمان بھی مسلوب ہو جاتا ہوگا؟ کیونکہ موت اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے نعمت کو سلب کر لیتی ہے تو پھر عوام سے کیوں نہیں نعمت کو سلب کرے گی؟ مولوی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا اور اپنی جماعت کے افراد کو کہا کہ وہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیں، اس شخص نے میری طبعیت خراب کر دی ہے، تفصیل اسی کتاب میں ملاحظہ کیجئے گا۔

اس اقتباس سے روز روشن کی طرح ترجمہ کی خوبیاں عیاں ہو رہی تھیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیب الاعلیٰ ﷺ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ حضرت مترجم مدظلہ اور حضرت ناشر محترم جناب الحاج مقبول احمد ضیائی قادری زیدہ مجدہ، کو اپنی خصوصی برکات ونوازشات سے بہرہ مند فرماتا رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

فقط طالب دعا

محمد منشا تابش قصوری

صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی قدس سرہٗ

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی ابن حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) ابن حضرت شیخ عبدالقیوم سرہندی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء) ۶ شوال، ۲۶ اپریل (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء) کو قندھار میں پیدا ہوئے [1] آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حالات کی پراگندگی اور طوائف الملوکی کے سبب ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء میں قندھار سے افغانستان چلے گئے۔ جب امیر عبدالرحمٰن نے خراسان پر تسلط جما کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہ نے ۱۲۹۷ھ میں حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنے کے لئے رخت سفر باندھا۔ سندھ، کراچی اور بمبئی سے ہوتے ہوئے عرب شریف پہنچے، ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۲ھ تک تین سال مکہ مکرمہ اور طائف میں قیام کیا۔ بعد ازاں مدینہ طیبہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک سال چار ماہ تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ کے مخلص دوستوں اور خاص طور پر مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے مشورہ دیا کہ آپ وطن مالوف کو واپس تشریف لے جائیں کیونکہ آپ کے وجود مسعود سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ پانچ سال تک بلاد حبیبہ میں رہ کر وطن کو تشریف لے جاتے ہوئے جب سندھ سے گزرے تو معتقدین نے بصد اصرار گزارش کی کہ خراسان جانے کی بجائے ہمارے پاس تشریف رکھیں، چنانچہ آپ ٹکھڑ (مضافات حیدرآباد) میں قیام پذیر ہو گئے اور پھر یہیں جان جاں آفرین کے سپرد کی اور کوہ گنجہ کے دامن میں مدفون ہوئے بعد ازاں اولاد امجاد نے ٹنڈو سائیں داد کو مسکن بنا لیا [2]۔

حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان قدس سرہ نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد قندھار میں

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ص ۳۳۰

[2] عبداللہ جان المعروف بہ شاہ آغا، مولانا، مونس المخلصین (۱۳۶۶ھ) ص ۵۰۷

مولانا باز محمد سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ جب ۱۲۹۷ھ میں والدِ ماجد کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تو قصبہ ٹنکڑ میں دو سال تک قیام کے دوران مولانا الحاج لعل محمد متعلوی سے کسبِ فیض کرتے رہے، بعدازاں جب مکہ مکرمہ گئے تو مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے قائم کردہ "مدرسہ صولتیہ" میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور حضرت بانی مدرسہ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوتے رہے۔ اسی مدرسہ میں مولانا حضرت نور سے سراجی پڑھی، ۱۳۰۱ھ میں درسِ حدیث مفتی مکہ حضرت مولانا شیخ سید احمد دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا۔ والدِ ماجد سے دیگر کتب کے علاوہ بخاری شریف سبقاً پڑھی اور سندِ فراغت حاصل کی[1]

ابتدا ہی سے آپ کو حفظِ قرآنِ مجید کا بہت شوق تھا، مکہ مکرمہ میں تعلیم حاصل کرتے، گھر کے تمام کام کاج کرنے، ہر روز عمرہ ادا کرنے اور عبادت و ریاضت کی بے پناہ معروفیات کے باوجود قرآنِ مجید حفظ کرنا شروع کیا اور احتیاطاً والد ماجد کو نہ بتایا کہ بے انداز معروفیات کی بنا پر کہیں ممانعت نہ فرمادیں۔ والدِ ماجد کو اس وقت پتہ چلا جب آپ بائیس پارے حفظ کر چکے تھے، اس پر انہوں نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ختمِ قرآن کے موقع پر وسیع دعوت کا اہتمام فرمایا[2]

حضرت مولانا محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ علومِ دینیہ کو بہت اہمیت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن و حدیث میں جو فضائلِ علم وارد ہیں وہ صرف علومِ دینیہ سے متعلق ہیں، مساجد اور مدارسِ دینیہ کی تعمیر و ترقی میں خود بھی حصہ لیتے تھے اور مریدین کو بھی بیش از بیش حصہ لینے کی تلقین کیا کرتے تھے[3] اتباعِ شریعت، سادگی اور اخلاقِ حمیدہ میں بے مثل تھے صبر و تسلیم کا یہ عالم تھا کہ ۱۳۵۳ھ میں آپ اہل و عیال سمیت کوئٹہ میں تشریف فرما تھے کہ ۲۷ صفر کو ہولناک زلزلے نے قیامتِ صغریٰ قائم کر دی، پورا علاقہ تہ و بالا ہو گیا لاتعداد

---

[1] عبدالستار جان المعروف بہ شاہ آغا، مولانا : مونس المخلصین ص ۵۹ - ۶۳

[2] ایضاً ص : ۶۷ - ۶۸

[3] ایضاً ص : ۱۷۱ - ۱۷۲

افراد شہید ہوئے۔ حضرت مولانا کے اہل و عیال اور ہمراہیوں میں سے گیارہ افراد جامِ شہادت نوش کر گئے لیکن آپ نے حیرت انگیز ہمت و استقامت کا مظاہرہ کیا اور چند معاونین کے ہمراہ ایک ایک فرد کو ملبے کے نیچے سے نکالا اور کفن و دفن کا انتظام کیا [1]

۱۳۳۲ھ میں حرمین شریفین، کربلا، نجفِ اشرف، شام اور بیت المقدس کی زیارات کی نیت سے تقریباً بیس افراد کے ہمراہ بغداد شریف حاضر ہوئے۔ یہ آپ کا چوتھا سفرِ زیارت تھا۔ اسی دوران جنگِ عظیم چھڑ گئی اور آپ بہ ہزار مشقت حرمین شریفین پہنچے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے واپس تشریف لائے [2]

حضرت مولانا علم و فضل کے ساتھ ساتھ بے باک مجاہد اور مردِ میدان بھی تھے چنانچہ جب ۱۲۹۶ھ میں انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کیا تو آپ بھی والدِ ماجد کے ہمراہ شریکِ کارزار ہوئے۔ آپ بیدار مغز اور صاحبِ بصیرت قومی راہنما تھے۔ ترکی کے سلطان عبدالحمید خان کو خلیفۃ المسلمین تصور کرتے تھے اور جب انگریز پرستوں نے سلطان کو معزول کیا تو آپ بڑے رنجیدہ ہوئے۔ جنگِ بلقان اور اطالیہ کے طرابلس پر حملے کے موقع پر معتقدین اور سندھ کے مسلمانوں سے خطیر رقم اکٹھی کر کے ہلالِ احمر کے ذریعہ مجاہدین کے لئے بھجوائی [3]

تحریکِ خلافت میں گم کردہ راہ لیڈروں کی کجروی پر بہت افسوس کیا کرتے تھے۔ آپ نے کھل کر بعض مسائل میں شرعی نقطۂ نظر سے اختلاف کیا اور طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے موقف کو واضح طور پر پیش کیا۔ آپ گاندھی کی قیادت کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ ان لوگوں پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو انگریزوں سے لاتعلقی کرتے ہیں اور دوسری طرف مشرکین ہنود سے اتحاد اور وداد کے حامی ہیں جو انگریزوں سے بھی زیادہ دشمنِ اسلام ہیں۔ اسی طرح جب لیڈروں نے ہندوؤں

---

[1] عبداللہ جان معروف بہ شاہ آغا : مونس المخلصین ص ۱۷۸-۱۸۰

[2] ایضاً ص ۱۷۴-۱۷۸، بصائر دینی بیوستانی المخدوم پوری، تذکرہ مشاہیر لاڑکانہ، مطبوعہ ترکی ۱۹۷۰ء، ص ۳۵

[3] عبداللہ جان مونس المخلصین ص ۱۹۱-۱۹۷

نکے فریب میں آکر سادہ لوح مسلمانوں کو انگریز کے مقبوضہ علاقوں سے ہجرت کر کے افغانستان چلے جانے کا مشورہ دیا اور لوگ جوق در جوق ترکِ وطن کرنے لگے تو اس موقع پر بھی آپ نے قوم کی صحیح رہنمائی کی اور ترکِ وطن سے ممانعت کی[1] اور فرمایا :۔

"وہاں اتنی گنجائش کہاں ہے کہ سب لوگ سما سکیں، خواہ نخواہ خود بھی پریشان ہوں گے اور مسلمانوں کے بادشاہ کو بھی تکلیف دیں گے اس سے مسلمانوں کے دشمنوں کو خوشی ہوگی"

تاریخ شاہد ہے کہ ترکِ وطن کر کے جانے والوں کا جو حال ہوا وہ کسی طرح بھی قابلِ اطمینان نہ تھا۔

اسی دوران سندھ میں فتنۂ نجدیت نے سر اٹھایا، اس کی سرکوبی کے لئے بھی آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ غرض اعتقادی، علمی، اخلاقی اور سیاسی امور میں قوم کی بروقت راہنمائی کی اور ایک روشن دماغ، صائب الرائے قائد کے فرائض انجام دیئے۔

حضرت مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ہر اس تحریک میں بڑھ کر حصہ لیتے جو اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے شروع کی جاتی۔ تحریکِ خلافت کے دور کا ایک واقعہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا پیر ہاشم جان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا :

"جب تحریکِ خلافت شروع ہوئی تو اس وقت مولانا محمد علی جوہر کی ہدایت پر سندھ میں اہلِ ثروت لوگوں سے چندہ جمع کرنے کے لئے حاجی عبداللہ ہارون کی قیادت میں ایک کمیٹی[2] تشکیل دی گئی، اس کمیٹی کے افراد حاجی صاحب خود، حکیم فتح محمد اور مولانا محمد صادق وغیرہ

---

[1] تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت کے بارے میں آپ کا موقف وہی تھا جو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "فاضل بریلوی اور ترکِ موالات" شائع کردہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور (از پروفیسر محمد مسعود احمد) ص ۱۹۷ - ۲۰۲

[2] عبداللہ جان المعروف بہ شاہ آغا۔ مونس المخلصین

میرے والدِ ماجد محمد حسن جان سرہندی کی خدمت میں پہنچے اور اپنا مقصد بیان کیا۔ والدِ محترم نے فرمایا کہ خلافتِ اسلامیہ کے احیاء اور انگریز حکومت سے مسلمان ممالک کی آزادی کے لیے ضرورت جس بات کی ہے وہ جسمانی جہاد کی ہے، مالی جہاد جسمانی جہاد سے بہت فروتر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں گھر جا کر دیکھتا ہوں، گھر میں جو رقم ہوگی وہ لاکر پیش کر دوں گا، اس وقت کاغذ کے نوٹ نہیں تھے، اشرفیوں کی صورت میں روپیہ جمع رہتا تھا چنانچہ والدِ محترم بھری ہوئی تھیلیاں اٹھوا کر لائے۔ کمیٹی کے ممبروں کے حوالے کر دیں اور فرمایا: میرے گھر میں دس ہزار روپیہ سے کچھ زائد تھے وہ سب آپ کے حوالے کر رہا ہوں، انہوں نے ایک آنہ بھی گھر میں نہیں چھوڑا تھا، پورے برصغیر میں یہ مالی قربانی کی اس طرح کی پہلی مثال تھی جو والدِ محترم نے پیش کی۔[1]

مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کی بھرپور امداد کی، مریدین کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے کا حکم دیا اور بااثر لوگوں کو خطوط لکھ کر مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ ذیل میں آپ کے ایک فارسی مکتوب کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

مخلصین مکرمین ڈیرہ محمد قاسم، ڈیرہ عبداللہ و قاضی جان محمد سلمہم ربہم

بعد از دعائے خیر تم مخلصین کو بطور نصیحت لکھا جاتا ہے کہ

الیکشن کے سلسلہ میں اسلام کے مددگار رہو اور کافر ہندوؤں کی رفاقت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ یہ ہندوؤں کا مسلمانوں سے مقابلہ

---

[1] محمد موسیٰ بھٹو، حافظ: (سندھ کے عظیم پیر ہاشم جان سرہندی سے خصوصی ملاقات) ہفت روزہ اداکار، ۲۰ تا ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء، ص ۳۴

ہے سید اکبر علی شاہ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دے دیا گیا ہے اس لئے
تم پر لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے دستبردار ہو جاؤ اور جس قدر ممکن ہو
امداد کرو۔ والسلام

۶ ر ماہ صفر ۶۵ھ فقیر محمد حسن جان عفی عنہ [۱]

سندھ میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ :

"پیر سرہندی سندھ کا بے تاج بادشاہ ہے"

چنانچہ آپ کی امداد و اعانت سے مسلم لیگ نے سندھ میں زبردست کامیابی حاصل کی۔
مسجد منزل گاہ، سکھر کو ہندوؤں کے قبضے سے واگزار کرانے کی تحریک چلی تو آپ نے اپنے دو صاحبزادوں، مولانا عبداللہ جان اور مولانا عبدالستار جان کی قیادت میں ہزاروں مریدین کو سکھر بھیجا جنہوں نے مسجد کی واپسی تک تحریک میں پُرجوش حصہ لیا۔

سندھ میں لواری بہت بڑی گدی ہے، وہاں کے مشائخ دینی اور قومی خدمات کی بنا پر زبردست شہرت کے حامل رہے ہیں۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل بعض لوگوں نے مشہور کر دیا کہ جناب احمد زمان سجادہ نشین لواری شریف نے عرس کے موقع پر حج کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور مریدین کو یہ تاثر دیا ہے کہ مکہ، مدینہ جانے کی بجائے یہیں حج کر لیا کریں مکہ کا سارا نور لواری شریف میں منتقل ہو گیا ہے، حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمہ اللہ علیہ کو یہ اطلاع پہنچی تو انکے ایماء پر ہزاروں مریدین کفن بردوش میدان میں نکل آئے۔ جب انگریز حکومت نے دیکھا کہ مسلمان اس مسئلہ پہ خون بہانے کے لئے تیار ہیں تو سرکاری طور پہ پابندی کا اعلان کر دیا [۲]

حضرت مولانا کو دینی اور علمی کتب کے مطالعہ سے بے حد شغف تھا، اپنے اکثر اوقات تصنیف و تالیف میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ مطبوعہ اور

---

[۱] عبداللہ جان المعروف بہ شاہ آغا، مولانا : مونس المخلصین ، ص ۳۰۳

[۲] محمد موسیٰ بھٹو، حافظ : ہفت روزہ ادا کار، لاہور، ۲۰ تا ۲۶ جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۲۴-۲۵
(انٹرویو پیر ہاشم جان سرہندی)

غیر مطبوعہ نادر و نایاب کتب کا بہترین ذخیرہ ہے۔ آپ نے اس دور کی اعتقادی آویزش کو ختم کرنے کے لئے نہایت اہم کتابیں لکھیں۔ آپ نے دیگر موضوعات پر بھی قلم اٹھایا اور فضیلت علمی کے قابلِ قدر جواہر پارے یادگار چھوڑے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں :۔

۱۔ شفاء الامراض (عربی) جملہ امراض کے لئے کتبِ طبیہ کی ترتیب پر تعویذات اور وظائف پر مشتمل ہے۔

۲۔ انیس الارواح والد ماجد حضرت خواجہ عبدالرحمٰن فاروقی قدس سرہ کی سوانح حیات ہے۔ اس میں مشائخ عظام کا اجمالی تذکرہ اور سلوکِ طریقۂ نقشبندیہ کے ابحاثِ شریفہ درج ہیں۔ (مطبوعہ مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۹ھ)

۳۔ ترجمہ عہود و مواثیق (غیر مطبوعہ) حضرت مولانا عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ (م ۹۷۳ھ) کی تصنیف کا فارسی ترجمہ۔

۴۔ انساب الانجاب : خاندانِ مجددیہ کا تذکرہ (مطبوعہ مطبع مشہورِ عالم، لاہور)

۵۔ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ[1] : مولوی محمد دین وفائی کی کتاب "توحید الایمان" سندھی ترجمہ "تقویۃ الایمان" کی تردید۔

۶۔ طریق النجاۃ مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر[2] (عربی) ردِّ نیچریت۔

۷۔ العقائد الصحیحہ فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ : علماءِ بریلی اور دیوبند کے اختلافی مسائل پر تبصرہ اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کی تائید۔ (مطبوعہ مطبع النفقیہ امرتسر)

۸۔ رسالہ تہلیلیہ : کلمۂ طیبہ کی شرح (مطبوعہ مطبع رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور)

۹۔ تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء : ان اولیاء و صالحین کا تذکرہ جن سے عرب شریف، سندھ، خراسان اور ہند میں آپ کی ملاقات ہوئی (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۳۲۸ھ)

۱۰۔ شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری (مطبوعہ ۱۳۵۷ھ) علمِ توحید اور بندے کے لئے

---

[1] یہ دو کتب حضرت علامہ مولانا حسین حلمی مدظلہ العالی کی سعی سے مکتبہ ایشیق ترکی سے چھپ گئی ہیں مولا کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

ب کے ساتھ تعلقات کی مکمل تشریح۔

۱۱۔ پنج گنج : اس میں پانچ رسالے ہیں ، (۱) سفرِ حجاز کی تفصیلات۔ (۲) شرح چہل کاف
(۳) مناسکِ حج۔ (۴) مجموعۂ احادیث ، جو آپ کو مکہ مکرمہ میں شیخ سید محمد ابو نصر دمشقی سے حاصل ہوئیں مع خطباتِ نبویہ۔ (۵) دینی و دنیاوی نصائح۔

۱۲۔ سفرنامۂ عربستان۔

۱۳۔ الاشارۃ الی البشارۃ ، التحیات میں اشارہ نہ کرنے کی تائید و تحقیق۔

۱۴۔ رسالہ فی باب صحۃ الجمعۃ فی القریٰ : دیہاتوں اور قصبوں میں جوازِ جمعہ کے متعلق فتوے۔

۱۵۔ لغات القرآن : قرآن پاک کے مشکل الفاظ کی تفسیر۔

۱۶۔ رسالہ در قواعدِ تجوید و قراءت

حضرت مولانا شعر و شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے، عربی اور فارسی میں اظہار خیال کرتے تھے۔ اگرچہ اس طرف میلان طبع بہت کم تھا اور کوئی شعری ذخیرہ بھی یادگار نہیں چھوڑا لیکن آپ کے کلام کی سلاست، روانی اور پختگی، بلندیٔ فکر کی غماز ہے۔ مدینہ طیبہ کی تعریف میں لکھتے ہیں :

زاوصاف مدینہ ہرچہ گویم قطرہ از دریاست
عفاف آنجا کفاف آنجا صلوٰۃ آنجا زکوٰۃ آنجا
خداوندا عطا کن بندۂ خود را بفضلِ خود
قیام آنجا مقام آنجا حیات آنجا ممات آنجا
اگر خواہی کہ بینی جنت الماوےٰ دریں عالم
نشیں در روضۂ اطہر بخواہ از حق نجات آنجا

۲ رجب ۲۰ جون ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء کو آپ کا وصال ہوا اور کوہ گنجہ (مضافات حیدر آباد) کے دامن میں والد ماجد کے مزار کے پہلو میں محو خواب ابدی ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد مصنف علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ یہ چند جملے جو کہ عنایت الٰہی سے میرے دل میں ڈالے گئے ہیں اس لئے معرض تحریر میں لائے جارہے ہیں تاکہ میری یادگار رہیں اور برادران ملت و مذہب اس سے نفع اٹھائیں۔ مخفی نہ رہے کہ اس دور میں اہل ہوا کا ایک فرقہ اسلام میں پیدا ہو چکا ہے جو اپنے آپ کو اہل حدیث (وہابی) کہلاتا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت خصوصاً مذہب حنفیہ کے مقابلے میں مخالفانہ کاروائیوں میں شدومد کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ اور مذہب وملت کے نور کو بجھانے میں انتہائی کوشش کر رہا ہے اور بہت سے عوام کو اپنے دام فریب میں پھنسا چکا ہے۔

1- ہندوستان میں وہابیت کی ابتداء

ہندوستان میں اس فرقہ کا استاذ اول مولوی اسمٰعیل دہلوی ہے جو کہ 1250ھ میں ظاہر ہوا۔ اس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا فارسی میں ترجمہ کر کے ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے شائع کیا۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اسلام میں ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے ''صراط مستقیم'' وغیرہ رسائل لکھے اور پھر اس کے شاگردوں یعنی عبداللہ غزنوی، نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن خان بھوپالی، رشید احمد گنگوہی اور مدرسہ دیوبند کے بعض افراد نے اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کے لیے متعدد کتابیں اور رسالے لکھے اور مخلوق خدا کو مکرو فریب کے جال

میں پھنسایا۔

2-وہابیہ کے دوفرقے

(اہلحدیث وہابی اور دیوبندی وہابی)

اس کے بعد اس فرقہ کے متاخرین نے دو راستے اختیار کر لئے ۔ایک فرقہ تو کھلم کھلا اپنے آپ کو اہل حدیث کا نام دے کر تقلید شخصی کا انکار کرتا ہے۔ اور امت مرحومہ کے اکابر علماء صلحاء اور اولیاء کو مشرک و بدعتی کہتا ہے ۔ جب کہ دوسرے فرقے نے منافقت سے کام لیتے ہوئے لبادہ حنفیت اوڑھ لیا ہے ۔ یہ فرقہ اگرچہ عملاً تو حنفی ہے مگر اعتقاداً اسی پہلے فرقے کا ہم پیالہ وہم نوالہ ہے۔ اس فرقے نے اپنے آپ کو چھپانے کی چال اس لیے چلی تاکہ یہ وہابیت سے نفرت رکھنے والے حنفی مسلمانوں کو گمراہ کر سکیں اور اظہار حنفیت کے حیلے سے اپنا مقصد حاصل کر سکیں اور یہ صحیح ہے کہ اس طرح یہ لوگ اس مقصد میں کامیاب رہے لہذا مخلوق خدا کو گمراہ کرنے اور عقائد اسلامیہ کو برباد کرنے میں یہ فرقہ پہلے کی بنسبت زیادہ مضر ہے اسی بناء پر اس رسالے میں زیادہ تر خطاب اسی فرقہ سے ہے ۔ (یعنی حنفی نما دیوبندی وہابیوں سے)

3-وہابیوں کا ظاہر و باطن:

آپ اگر اس فرقہ کے ظاہر کو دیکھیں گے تو کہیں گے یہ پکے مسلمان ہیں مگر جب آپ کو ان کی باطنی خباثت کا علم آئے گا۔

تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ تو شیطان سے بھی بدتر ہیں۔ بظاہر صالح، سفید پوش، لمبی موافق شرع داڑھیاں، متقی، شیریں گفتار اور لوگوں کی ایذا رسانی پر صابر اور بردبار ہیں مگر ان کا باطن امت مرحومہ پر لعن طعن اور سلاسل اربعہ کے مشائخ کے طریقوں، مذاہب اربعہ کی تقلید اور کرامات اولیاء کے انکار کی خباثتوں سے بھرا ہوا ہے نیز یہ لوگ ارواح طیبہ سے استمداد کو شرک جانتے ہیں۔ دسویں، چالیسویں اور برسی پر ارواح کے ایصال ثواب اور شفاعت رسول مقبول ﷺ کا انکار کرتے ہیں۔

الا ان یاذن اللہ لہ روضہ نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنا،

• یارسول اللہ کے لفظ کے ساتھ ندائے غائبانہ اور اسی طرح انبیاء اور اولیاء کی ارواح کے توسل کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اور بھی کافی برے عقائد ہیں۔

چونکہ اثناء کلام میں وہابیہ کے عقائد کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ان کے بعض عقائد کو ان کی کتب کے حوالے سے یہاں ذکر کرنا مناسب ہو گا۔ تاکہ لوگ ان کے عقائد سے آشنا ہو جائیں۔ اگرچہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتا مگر پھر بھی بے ادبی کی خوف سے قلم وقلب عقائد وہابیہ کو نقل کرنے سے لرزتے ہیں۔ لیکن عوام الناس کو عقائد وہابیہ سے خبردار کرنے کی ضرورت کے پیش نظر یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

4-توحید کے بارے میں عقائد وہابیہ:

واضح ہو کہ اس گروہ کا مایہ ناز مسئلہ ''مسئلہ توحید'' ہے۔ جس کو یہ اپنے فرقہ کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور باقی تمام لوگوں کو مشرک فی التوحید کہتے ہیں۔ مگر ان کی توحید کا یہ حال ہے کہ

عقیدہ نمبرا:

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے لیے جھوٹ کوممکن کہتے ہیں اور اس کو مکان وجہت سے منزہ جاننے کو بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں۔ (ملخصا ایضاح الحق اسمعیل صفحہ ۷) ۲۴: صیانتہ الایمان ص ۵ مولفہ شہود الحق شاگرد نذیر حسین وبراہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی ص ۲)۔

عقیدہ نمبر۲:

اللہ تعالیٰ کرسی پر پاؤں رکھ کر عرش پر بیٹھا ہے اور کرسی چر چر کر رہی ہے (وحید الزمان۔ ترجمہ قرآن درحاشیہ آیت الکرسی)

عقیدہ نمبر۳:

اللہ تعالیٰ کی صفات اور علم تفصیلی حادث ہے (اقامتہ البرہان عبدالاحد غازی پوری اور ازاحتہ الغیب ص ۷)

عقیدہ نمبر۴:

زمین وآسمان کی خلقت سے قبل اللہ تعالیٰ ہوا میں رہتا تھا۔ (فتاوی محمدی ص ۲ سطر ۲۳) یہ ہیں توحید کے بارے میں ان کے عقائد۔

5-رسالت کے بارے میں عقائد وہابیہ

اب ذرا رسالت کے متعلق بھی عقائد وہابیہ ملاحظہ کیجئے۔

عقیدہ نمبر ۱:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام خاتم النبیین نہیں ہیں کیونکہ الف لام عہد خارجی کا ہے (جامع الشواھد بحوالہ نصر المومنین ص ۲،۱۲ مولفہ صدیق حسن خان)۔

عقیدہ نمبر ۲:

تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں ہیں۔ (جامع الشواھد بحوالہ کتاب ردتقلید ص ۱۲ مطبوعہ صدیقی باراول مولفہ صدیق حسن خان،)

عقیدہ نمبر ۳:

حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرنی چاہیئے۔

(بلفظہ تقویۃ الایمان ص ۶۰ سطر ۲،۳ مولفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

عقیدہ نمبر ۴:

ہر مخلوق، چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۴ سطر ۱۵)

عقیدہ نمبر ۵:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام قبر میں زندہ نہیں بلکہ مر کر خاک ہو گئے ہیں

(تقویۃ الایمان)

عقیدہ نمبر ۶:

حضور علیہ السلام کی قبر، آپ کے مشاہد و مساجد، کسی نبی یا ولی کی قبر اور دیگر بتوں کے لئے سفر کرنا شرک اکبر ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۶۴ اور کتاب التوحید محمد بن عبدالوہاب ص ۱۳۳)

عقیدہ نمبر ۷:

حضور علیہ السلام کے علم غیب کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے، برا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۶)

عقیدہ نمبر ۸:

آنحضرت ﷺ کا نماز میں خیال گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔

(صراط مستقیم ص ۹۳ مولفہ مولوی اسماعیل)

عقیدہ نمبر ۹:

میری لاٹھی سانپ وغیرہ کو مارنے میں محمد (ﷺ) سے بہتر ہے۔

(اوضح البراہین ص ۱۰ بحوالہ سید احمد دحلان)

عقیدہ نمبر ۱۰:

انبیاء و اولیاء بیکار ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۹)

عقیدہ نمبر ۱۱:

انبیاء و اولیاء کچھ طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی سنتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۳، ۲۹)

عقیدہ نمبر ۱۲:

حضور علیہ السلام کی مثل کسی دوسرے نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۰)

عقیدہ نمبر ۱۳:

آنحضرت (ﷺ) کی علم غیب میں کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید، عمرو، بکر بلکہ ہر بچے اور دیوانے بلکہ تمام چوپاؤں اور حیوانوں کو بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۷)

عقیدہ نمبر ۱۴:

حضور علیہ السلام کا علم ملک الموت اور شیطان سے کم ہے جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ کا علم ملک الموت و شیطان سے زیادہ ہے اور نص سے ثابت ہے تو یہ شرک ہے۔

(براھین قاطعہ ص ۵۱)

عقیدہ نمبر ۱۵:

جس اجماع امت کی سند ہم کو معلوم نہ ہو وہ حجت شرعی نہیں ہے۔

(معیار الحق ص ۱۲۱)

عقیدہ نمبر ۱۶:

فقہ کی کتب متداولہ کو پڑھ کر آدمی کافر ہو جاتا ہے ان کو جلا دینا چاہیے۔

(بوئے غسلین از مولوی عبد الجلیل سامرودی)

عقیدہ نمبر ۱۷:

بوقت ضرورت پیغبروں شہیدوں ا

ـ ب ـ

یمان ص ۵)

عقیدہ نمبر ۱۸:

انبیاء واولیاء کو اپنا شفیع سمجھنا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۶)

عقیدہ نمبر ۱۹:

اس زمانہ میں تمام لوگ کافر ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۴۵)

عقیدہ نمبر ۲۰:

رامچندر، کشن جی، لچھمن وغیرہ تمام انبیاء تھے۔ ان پر ایمان لانا واجب ہے۔

(ھدیۃ المھدی ص ۸۵ از وحید الزمان)

عقیدہ نمبر ۲۱:

نبیوں اور ولیوں کے مزارات بتوں کی مثل ہیں اور ان سے مدد چاہنا شرک ہے۔

(ہدایۃ السائل از صدیق حسن خان ص ۲۰۸)

عقیدہ نمبر۲۲:

تقلید شخصی، میلاد مبارک کا قیام، یا رسول اللہ اور یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ، تیجہ، چالیسواں، پیران پیر کی گیارہویں اور حیلہ اسقاط تمام شرک و کفر اور بدعت ہیں۔

(لوامع الانوار ص ۸۰ مولفہ غلام حسین ساہووالہ و براہین قاطعہ ص ۴۸، ستہ ضروریہ مع فتوی عبد الجبار امرتسری)

عقیدہ نمبر۲۳:

آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۴)

عقیدہ نمبر۲۴:

حضور ﷺ کے روضہ مبارکہ کے سامنے تعظیماً کھڑے ہونا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۵)

عقیدہ نمبر۲۵

جو کوئی ولی اللہ کے مزار سے مدد چاہے کافر، بے ایمان اور شیطان ہے۔

(تذکیر الاخوان ص ۱۵۴۔۲۱۱ مع تقویۃ الایمان)

عقیدہ نمبر۲۶:

قادری، نقشبندی اور چشتی وغیرہ گمراہ خاندان ہیں۔ تعویذ گنڈا اور مراقبہ کرنا شرک ہے۔

(تذکیر الاخوان ص ۷)

یہ ہیں رسالت کے متعلق ان کے عقائد۔

6- عملیات وہابیہ:

اب مختصراً ان کے کچھ عملیات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱: جو کوئی جماع کرے اور انزال نہ ہو تو بلا غسل اس کی نماز جائز ہے۔

(ہدایت القلوب ص ۷ و بلاغ المبین،)

نمبر ۲: غیر حقیقی خالہ کا نکاح جب کہ باپ ایک اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہوں تو بھانجے کے ساتھ جائز ہے۔

(جامع الشواہد بحوالہ فتاوی عبدالقادر غیر مقلد شاگرد نذیر حسین)

نمبر ۳: پوتے کے ساتھ دادی کا نکاح جائز ہے کیونکہ اس کی حرمت پر کوئی نص نہیں ہے۔

(پرچہ اہلحدیث نمبر ۴۵، ۴۶ ثناء اللہ امرتسری ۲ رمضان ۱۳۲۸ھ)

نمبر ۴: اگر کسی برتن سے کتا پانی پی لے تو اس کا بچا ہوا پانی پاک ہے۔

(طریقہ احمدیہ)

نمبر ۵: نصر الباری پارہ اول ص ۷۳، کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کتے اور خنزیر دونوں کا جھوٹا پاک ہے۔

نمبر ۶: مرد اور عورت کی منی ہر طرح پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۰ و کنز الحقائق وحید الزمان ص ۱۶ اور روضہ ندیہ ص ۱۱، ۱۲ بحوالہ کلمۃ الفصیح)

نمبر ۷: مردار اور گوہ کا گوشت اور غیر آدمی کا پیشاب پاک ہے۔

(روضہ ندیہ ص ۹، ۱۰)

نمبر ۸: قرآن مجید کو قاذورات یعنی پلیدی میں پھینکنا، بوقت ضرورت مقعد کے نیچے رکھنا اور اس کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اوپر کھڑا ہونا تا کہ اونچی جگہ پر طعام وغیرہ

تک ہاتھ پہنچ سکے جائز ہے۔

(کتاب تحریق اوراق ص ۵، ۶ تصنیف غلام علی۔ کلمتہ الفصیح ص ۳۲)

نمبر ۹: جس برتن سے خنزیر نے پانی پیا اس کو ایک مرتبہ دھولینا کافی ہے۔

(طریقہ امحمدیہ کلاں ص ۳۲)

نمبر ۱۰: خنزیر کی کھال اور پٹھے بھی دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(کنز الحقائق ص ۱۳)

نمبر ۱۱: دس عورتوں کو بیک وقت نکاح میں لانا درست ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۱۵)

نمبر ۱۲: صحابہ کرام حدیث صریح سے انکار کرتے تھے اور اپنے فتوے پر عمل کرتے تھے۔

(فتاویٰ عبدالجبار غزنوی ص ۱۸۱)

نمبر ۱۳: پانی پاک ہے کوئی چیز اس کو پلید نہیں کرتی جب تک کہ اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو اور مزہ) نہ تبدیل ہوں۔

نمبر ۱۴: کتے اور خنزیر کا جھوٹا نیز ان کا لعاب پاک ہے۔

(نزل الابرار من فقہ النبی المختار مصنفہ وحید الزمان ص ۴۹۱)

نمبر ۱۵: اشرمگاہ کی رطوبت، شراب اور جانوروں کا پیشاب چاہے وہ جانور حلال ہوں یا حرام پاک ہے۔

(نزل الابرار جلد اول ص ۴۹ جلد سوم ۸)

یہ تمام عقائد وحوالہ جات جن کا ذکر ہوا۔ مولوی احمد علی امیٹھوی کی تصنیف ''اباطیل وہابیہ'' نظام الدین ملتانی کی کتاب ''سیف الابرار'' سے منقول ہیں۔ جن کو

یہاں پر مختصراً ذکر کیا گیا ہے ورنہ ان کی تعداد مذکورہ بالا کتب میں ۲۵۰ سے بھی زائد ہے۔ اگر کوئی اس کی مزید تحقیق چاہتا ہے تو اصل کتابوں کو دیکھے۔

7- کیا یہ عقائد صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے تھے؟

برادران اسلام، انصاف کا دامن ہاتھ میں تھام کر فرمائیں کہ کیا یہ عقائد و اعمال اصحاب رسول اللہ ﷺ تابعین، تبع تابعین اور اسلاف امت کے تھے؟ کیا ان عقائد توحید میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہت، مکان، جسم اور عجز ثابت نہیں ہوتا؟ کیا اِن عقائد سے رسالت کی توہین اور حضور علیہ السلام کی صراحتاً یا اشارۃً تحقیر وتذلیل ثابت نہیں ہوتی؟ بخدا انصاف کی رو سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔

کیا اس خباثت باطنی کے باوجود یہ لوگ اہلحدیث کہلوا سکتے ہیں؟ اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ کیا ان عقائد واعمال کے ہوتے ہوئے ظاہری لباس کی پاکیزگی، لمبی داڑھی، نرم گفتار اور حلاوت لسانی جو کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں، کل میدان قیامت میں ان کو نجات دلائے گی؟ ہر گز نہیں۔

8- علامات منافقین:

بلکہ عہد نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دور کے منافقوں کی تمام علامتیں ہو بہو ان میں موجود ہیں۔ اگر آپ ان علامات کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں تو سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورۃ بقرہ رکوع ۲ میں احوال منافقین کے بارے میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

(اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

۱۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (پ ۱ ، سورہ بقرہ آیت ۸)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

مگر خداوند قدوس ان کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ

۲۔ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ"

یعنی یہ مومن نہیں ہیں۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" (پ ۱ سورہ بقرہ ، آیت : ۹)

یعنی (بزعم خویش) دعویٰ ایمان کرکے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ان کے دھوکے کے جواب میں فرماتا ہے۔

وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ" (پ ۱ سورہ بقرہ ، آیت : ۹)

یعنی دراصل اپنے آپ کے علاوہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے ہیں مگر اپنے (فعل کی قباحت) کو سمجھتے نہیں۔

اور اس فرقے کی یہ بھی عادت ہے کہ بظاہر تقویٰ کا لبادہ اوڑھے ہوئے

آیات قرآنیہ کونوک زبان پر لاکر مخلوق خدا کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنے دام فریب میں پھانستے ہیں

۴۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً (پ ۱، سورہ بقرہ آیت: ۱۰)

یعنی ان کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو بڑھا دیا ہے۔"

۵۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ" (پ ۱، سورہ بقرہ، آیت: ۱۰)

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بدلہ ان کے جھوٹ کا۔

۶۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۔" پ ۱ سورہ بقرہ، آیت: ۱۱)

یعنی جب ان (منافقوں) سے کہا جائے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو یقیناً اصلاح کرنے والے ہیں۔

اور یہی عادت ہے وہابیوں کی کہ اپنے آپ کو دین وشریعت کا حامی سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے۔

۷۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔"

پ ا سورہ بقرہ، آیت: ۱۲)

یعنی یقیناً یہی فسادی ہیں مگر یہ (اپنے عقائد کے فساد کو) جانتے نہیں ہیں۔"

۸۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ۔

پ ا سورہ بقرہ، آیت: ۱۳)

یعنی جب ان کو کہا جاتا ہے کہ باقی لوگوں کی طرح سچائی سے ایمان لے آؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم نادانوں اور بے عقلوں کی طرح ایمان لائیں؟

اور یہی حال ہے اس دور کے وہابیوں کا کہ جب ان کو کہا جائے اپنے عقائد باطلہ کو چھوڑ کر عام امت مرحومہ کے عقائد و اعمال کے مطابق صحیح عقائد اپناؤ تو کہتے ہیں کہ تم بے وقوف و نادان ہو، اللہ و رسول ﷺ کے قول کو چھوڑ کر زید، عمر و بکر کی بات پر عمل کرتے ہو ہم تو ہر گز تمہاری طرح ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے۔

۹۔ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ "

پ ا سورہ بقرہ،

(آیت:۱۳)

یعنی خبردار یہ خود ہی بے وقوف ہیں لیکن یہ (اپنی نادانی کو) نہیں جانتے۔

کہ مجتہد مذہب کا قول اللہ ورسول ﷺ کے قول کے عین مطابق ہوتا ہے مگر وہابیہ کو مجتہد کے مآخذ قیاس کا علم نہیں۔

۱۰۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ "

(پ ا سورہ بقرہ،

، آیت:۱۴)

یعنی جب (منافقین) مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (اخلاص کے ساتھ) ایمان لائے ہیں اور جب اپنے رفقاء اور سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بھائی ہم تو عقائد میں تمہارے ساتھ ہیں، اظہار ایمان کر کے تو ہم مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں

بالکل یہی حال حنفی نما وہابیوں کا ہے کہ جب احناف سے ملتے ہیں تو حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب رؤسائے وہابیہ کے پاس پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہی ساتھی ہیں۔ اظہارِ حنفیت تو محض مکروفریب کے لیے کرتے ہیں۔

9-(فائدہ) فرشتہ صورت اور شیطان سیرت:

اللہ تعالیٰ نے رؤسائے منافقین کو بنی آدم ہونے کے باوجود شیطان فرمایا تاکہ پتہ چلے کہ اعتبار عمل وعقائد کا ہے نہ کہ جسد وصورت کا۔ اگرچہ صورت انسانی ہو مگر جب کام شیطان کا سا کریں تو وہ شیطان ہی ہیں چنانچہ سورۃ الناس میں ارشاد ہوتا ہے۔

۱۱۔ "يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝" (پ ۳۰ سورۃ الناس آیت ۵،۶)	وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔ جنوں سے اور لوگوں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تردید میں فرماتا ہے۔

۱۲۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" (پ ۱ سورہ بقرہ آیت:۱۵)	یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جزا دیتا ہے اور ان کی سرکشی میں انہیں مہلت دیتا ہے۔ دراں حالیکہ وہ حیرت میں سرگرداں اور چشم بصیرت سے اندھے ہیں۔
۱۳۔ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى " (پ ۱ سورہ بقرہ ،آیت:۱۶)	یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے عوض گمراہی کو خریدا۔

اور یہی حال ہے غیر مقلدوں کا کہ انہوں نے امت مرحومہ کے راستے سے ہٹ کر گمراہی اختیار کی ہے۔اس تجارت کے نتیجہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۴۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ"۔ (پ ۱ سورہ بقرہ، آیت:۱۶)	یعنی ان منافقوں کو نہ تو اس تجارت سے کوئی فائدہ پہنچا اور نہ ہی انہوں نے راہ ہدایت پائی۔

اور ایسا ہی معاملہ حنفی نما وہابیوں کا ہے کہ اپنے عقائد فاسدہ کی بناء پر راہ راست تک نہ پہنچ سکے اور گمراہ ہو گئے۔

10-ایک اعتراض کا جواب:

یہاں پر اگر کوئی یہ کہے کہ ان ہی آیات مذکورہ سے غیر مقلد بھی استدلال کر سکتے ہیں اور مقلدوں کو منافقین سے تشبیہ دے کر علامات منافقین کا اثبات کر سکتے ہیں تو میں جواباً کہوں گا یہ دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

1- اولاً تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مقدسہ کی ابتداء میں لفظ "من الناس"، فرمایا اور "من تبعیضیہ" ہے یعنی بعض لوگ جو کہ منافقین مدینہ کا گروہ تھا۔بنسبت دوسروں کے اقل قلیل تھے اور یوں ہی غیر مقلدین بھی مقلدین مذاہب اربعہ کی بنسبت اقل قلیل ہیں لہذا منافقین کے ساتھ تشبیہ ان ہی کو دی جا سکتی ہے نہ کہ مقلدوں کو۔

2- ثانیاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

۱۵۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ،،۔ (پ ۱ سورہ بقرہ، آیت: ۱۴)	یعنی جب (منافقین) مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (اخلاص کے ساتھ) ایمان لائے ہیں اور جب اپنے رفقاء اور سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بھائی ہم تو عقائد میں تمہارے ساتھ ہیں، اظہار ایمان کر کے تو ہم مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں۔

اور یہ علامت مقلدین میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوتی کہ وہابیوں کے پاس جا کر کہیں ہم تمہارے مذہب کے ہیں اور مقلدوں کی پاس آ کر کہیں کہ ہم نے تو محض تمسخر کیلئے اپنے آپ کو وہابی ظاہر کیا ہے تا کہ دھوکہ سے دوسروں کو مقلد بنائیں۔

اور یہ علامت بعینہ اول تا آخر حنفی نما غیر مقلدین میں موجود ہے۔ مقلدین میں کوئی ایک بھی آپ کو ایسا نظر نہیں آئے گا جو خود کو وہابی ظاہر کرتا ہو مگر ہزاروں وہابی ایسے موجود ہیں۔ جو خود کو حنفی کہلاتے ہیں اب تو خود انصاف کر اور خبردار ہو جا۔

11-وہابیہ اور اہل سنت و جماعت کے:

درمیان ۴، اصول نزاعیہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ اصول نزاعیہ مقلدوں اور غیر مقلد وہابیوں کے درمیان چار ہیں نمبر (۱) تعظیم غیر اللہ، نمبر (۲) ارواحِ صلحاء سے توسّل واستمداد نمبر (۳) ۔ ندائے غائب اور سماعِ موتیٰ نمبر (۴) ائمہ مذاہب اربعہ کی اتباع وتقلید۔

وہابیوں کے نزدیک یہ چاروں شرک، کفر اور بدعت ہیں جیسا کہ ان کی کتب کے حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ چاروں مباح، مسنون اور واجب ہیں۔ اب ہم مقلدین پر لازم ہے کہ ان امور مذکورہ کی اباحت، تسنن اور وجوب پر قرآن وسنت سے دلائل قائم کریں۔ اور امت مرحومہ کے جمہور علماء وسلف صالحین کے اقوال وافعال سے اس کو ثابت کریں۔

آغاز مقصد سے قبل غیر مقلدین سے عموماً اور حنفی نما وہابیوں سے خصوصاً نہایت ادب سے گزارش ہے کہ خدارا تعصب اور مقلدین مذاہب کے ساتھ بے جا آتش قہر وغضب کو ایک طرف رکھ دیں۔ اور انصاف احسن الاوصاف سے کام لیتے ہوئے کمال فراخدلی سے مضامین رسالہ کو بغور ملاحظہ کریں۔ اور منصفانہ طریقے سے وہ نتیجہ اخذ کریں جو مقتضائے طبع ہے، حق طلبی یہی ہے۔ خواہ مخواہ دلیل مخالف کو سنتے ہی اس کی تردید کے درپے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ نفس پروری کا طریقہ ہے۔

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (قرآن)
پ ۱۱
سورۃ یونس (آیت ۲۵)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم
کی ہدایت فرماتا ہے۔

اصل ـــــ ۱

تعظیمِ غیر اللہ

باب (۱)

قرآن مجید سے غیر اللہ کی تعظیم کا ثبوت

۱۔ مقدس مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم:

تعظیم غیر اللہ، کلام الٰہی سے، احادیث رسول اللہ ﷺ سے اور جمہور علماء امت وسلف صالحین کے اقوال وافعال سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ (پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۳۲)

یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ تعظیم تقویٰ وپرہیزگاری سے ہے۔

پہلے شعائر کا معنی سمجھ لینا چاہیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں شعائر جمع ہے۔ شعیرۃ کی اور شعیرۃ نشانی کو کہتے ہیں پس جس چیز

(یعنی یادگار) کو دیکھنے سے خدا یاد آ جائے وہ شعائر اللہ سے ہے۔شعائر اللہ صفا و مروہ ہی نہیں ہیں بلکہ یہ تو شعائر اللہ میں سے بعض ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ — یعنی بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پارہ ۲ سورہ البقرۃ

آیت ۱۵۸

اور نہ ہی شعائر اللہ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ ''حجتہ اللہ البالغہ'' کے ص ۶۹ پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں چار ہیں۔ قرآن، کعبہ، نبی اور نماز نیز ''الطاف القدس'' کے ص ۳۰ پر فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے محبت دراصل قرآن، پیغمبر اور کعبہ بلکہ جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو حتیٰ کہ اولیاء اللہ سے محبت کا نام ہے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ خود امام وہابیہ مولوی اسماعیل اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' کے باب اول میں کہتا ہے کہ منعم کی محبت کی فروع میں سے اس کے شعائر کی تعظیم بھی ہے۔ یعنی ایسے امور جو منعم کے ساتھ اس درجہ کی مناسبت خصوصی رکھتے ہوں کہ اس مناسبت کو جاننے سے فوراً ذہن منعم کی طرف منتقل ہو جائے۔ جیسے اس کے نام، کلام، لباس، ہتھیار حتیٰ کہ اس کی سواری اور مسکن کی تعظیم کرنا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شعائر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم منعم حقیقی کی عین محبت ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام کے نام و کلام، لباس و ہتھیار مرکب و مسکن،

مولد ومرقد اور مشاہد ومساجد کی تعظیم خود حضور کی تعظیم ہے جو کہ دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اسی طرح آپ کے صحابہ کرام واہل بیت عظام کی تعظیم اوران چیزوں کی تعظیم جوان بزرگوں کی طرف منسوب ہیں۔ عین تعظیم سرکار ہے جو کہ درحقیقت تعظیم پروردگار ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی تعظیم کا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور فرستادہ ہیں اور محبوب کا محبوب بھی یقیناً محبوب ہوتا ہے۔ مولوی اسماعیل عبارت مذکورہ بالا کے بعد ''صراط مستقیم'' میں رباعی لکھتا ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است　　　افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را　　　کودامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

یعنی میں اپنی آنکھ پہ ناز کرتا ہوں کہ اس نے تیرے جمال کی زیارت کی ہے اور اپنے پاؤں پہ گرتا ہوں کہ تیری گلی میں پہنچے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اس لئے ہزاروں مرتبہ چومتا ہوں کہ تیرے دامن سے لگے ہیں۔

کیا یہ سب کچھ تعظیم غیر اللہ ہے یا کچھ اور؟ جب اس قوم کا امام وپیشوا سب کچھ کہہ رہا ہے اور حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والی چیزوں کی تعظیم کے متعلق تاکید کر رہا ہے تو پھر نہ جانے یہ بدبخت کس کی پیروی کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم ی. بجائے توہین وتحقیر کرتے ہیں اور آثار رسول اللہ ﷺ کو منہدم وجو کرتے ہیں جب کہ ان کا مقتدیٰ ان آثار کریمہ کو شعائر اللہ سے قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان شعائر کی تعظیم کا حکم دیتا ہے یہ ہے اس قوم کی کلام اللہ اور اپنے مرشد کی اطاعت۔

تعظیم غیر اللہ کے متعلق منطقی دلائل:

اب اگران دو آیتوں کوبطور قیاس منطقی جمع کریں تو کہا جائے گا کہ

''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ '' حداوسط کوگرانے سے نتیجہ یہ آئے گا

''وَمَنْ يُّعَظِّمِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ''۔

جب حرم مکہ سے متصل دو پہاڑیوں یعنی صفا ومروہ کی تعظیم بسبب حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام) کی آمدورفت شعائر اللہ سے قرار پائی اور نص قرآنی اس پر شاہد ہے کہ یہ اس عفیفہ کی یادگار ہے تو پھر جو چیزیں فخر الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یادگار ہیں مثلاً آپ کا مولد ومسکن، جائے عبادت وہجرت، مسجد ومرقد اور آپ کے آل واصحاب کے آثار ومزارات کیوں کر شعائر اللہ نہ بنیں گے۔ مگر وہابیہ کے نزدیک ان مقامات مقدسہ کی تعظیم تو بجائے خود رہی، ان کو اپنے حال پر باقی رکھنا بھی درست نہیں بلکہ ان کو مٹا دینا واجب ہے۔

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''۔ (پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵۶)

۲۔ حضور علیہ السلام کے بے ادبوں کے عمل ضبط کیے جانے کا ارشاد:

اگر آپ بنظر انصاف قرآن مجید کی ورق گردانی کریں تو تمام قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر سے بھرا ہوا پائیں گے۔ سورۂ ''حجرات'' میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ

(ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتے والا جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے! اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ —

اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ ٥(پ ٢٦، سورہ حجرات آیت ٢)

ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ٥ (پ٢٦ سورہ حجرات آیت ٣)

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہی ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥ (پ ٢٦ سورہ حجرات آیت ٤)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ پ٢٦ سورہ حجرات رکوع ١، آیت ٥)

اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ان پانچ آیات مقدسہ میں منصفانہ غور وفکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے مرتبہ کو کس قدر بلند وبالا فرمایا۔اور کس طرح امر وارشاد کے ساتھ حضور علیہ السلام کے آداب کو ملحوظ رکھنا امت پر فرض قرار دیا ہے۔اور بے ادب گستاخوں کے لئے کتنی زجر وتوبیخ بیان فرمائی کہ محض سرکار دو عالم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے کو ضیاع اعمال کا سبب قرار دیا۔اعمال کو جمع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرنے سے تمام اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہو گیا جو اس نے اسلام میں کیے بلکہ خود اسلام بھی ایک عمل ہے۔ پتہ چلا کہ تمام اعمال، اسلام سمیت فقط بلندی آواز سے نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔

آیۃ کریمہ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ الخ"

کے شان نزول میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس اپنی قوم بنی تمیم کے ستر افراد کے ہمراہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ آئے اور امام الانبیاء علیہ وعلیہم السلام قیلولہ فرمارہے تھے۔انہوں نے ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر سے ہی گستاخانہ چلانا اور حضور کو بلانا شروع کر دیا کہ "یا محمد اخرج الینا" (اے محمد ﷺ ہماری طرف نکلیں) تو اس قوم کی بے ادبانہ روش پر اللہ تعالیٰ نے زجر وتوبیخ فرمائی اور تعظیم وتوقیر اور صبر وثبات کا حکم فرمایا۔ تعجب ہے کہ قوم بنی تمیم جس کی طرف موجودہ زمانے کے وہابی بھی اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں شروع سے ہی بے ادبانہ اور جاہلانہ روش پر تھی اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہے کہ الغلظ والجفاء فی المشرق (سختی وظلم مشرق میں ہے) اور خصوصاً نجد کے بارے میں فرمایا منه یطلع قرن الشیطن (مشکوۃ شریف) یعنی نجد سے شیطان کا سینگ نکلے گا) حضور علیہ السلام کا ارشاد صحیح ثابت ہوا نجد سے قرن الشیطن کا

ظہور ہوا جس سے مسلمانوں میں فتنے اور زلزلے وقوع پذیر ہوئے ایسے فتنے اور مصیبتیں کہ مال ہلاک ہو گئے، مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا اور اہل حرمین پر آج تک یہ وبال موجود ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ اپنے فضل وکرم سے ان مصیبتوں کو دور فرما کر ہمارے حال و مستقبل کو بہتر بنائے اگر حضور علیہ السلام کے وصال فرمانے پر نزول قرآن کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا ہوتا تو ان بے ادب نجدیوں کے بارے میں کتنی ہی آیات وعید شدید نازل ہوئی ہوتیں مگر افسوس کہ یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ زمانہ حال میں نجدی مقامات مقدسہ کو برباد کر رہے ہیں اور وہابیان ہند انہیں اس تخریب پر شاباش کہہ رہے ہیں۔

۳۔ (فائدہ) حضور علیہ السلام کے ادب کو قیامت تک ملحوظ رکھنے کی فرضیت:

سورۃ حجرات کی ابتدائی آیات میں آداب نبوی کا ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے آغاز فرمایا۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا" اور دوسری آیت میں دوبارہ پھر "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" مکرر فرمایا حالانکہ قرآن پاک کی ایجاز و جزالت کا تقاضا تو یہ تھا کہ درمیان میں واو عاطفہ لائی جاتی، یعنی یوں کہہ دینا کافی تھا کہ "وَلَا تَرْفَعُوْا" معنی یہ ہو جاتا، اے ایمان والو اللہ رسول سے آگے نہ بڑھو اور نہ ہی نبی علیہ السلام سے اپنی آوازوں کو اونچا کرو۔ مگر دوبارہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کہہ کر اس حکمت کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ حضور علیہ السلام سے اپنی آواز بلند نہ کرنے کا حکم اور عام لوگوں کی

طرح آپ کو بلانے کی ممانعت اور حکم عدولی کی صورت میں ضیاع اعمال کی وعید ظاہری زمانہ نبوی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی قیامت تک صفت ایمان کے ساتھ متصف ہوگا وہ ان امور کا پابند ہوگا۔ اگر یہ اس زمانے کے لوگوں سے خاص ہوتا تو پھر "یا اصحاب النبی" (اے نبی پاک ﷺ کے صحابہ) کہہ کہ خطاب فرمایا جاتا جیسا کہ اس دور میں مخصوص احکام کے بارے میں ہوتا تھا مثلاً یا نساء النبی (اے نبی کی بیویو) یا اھل یثرب (اے یثرب والو) 'یاایھا الذین ھادوا) (اے یہودیو) مگر ایسا نہیں کہا گیا بلکہ جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ باقی ارکان اسلام کے بارے "یاایھا الذین امنوا" فرمایا تا کہ قیامت تک بھی مومن اس پر عمل پیرا ہوں اسی طرح آداب رسالت کو ملحوظ رکھنے کے بارے میں بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔

اس سے وہابیوں کا یہ قول باطل ہو گیا کہ تعظیم مصطفے ﷺ کا وجوب حضور علیہ السلام کے ایام حیات ظاہری کے ساتھ محدود تھا اور اب بعد از وصال وہ قابل تعظیم واستمداد نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے آداب کو قیامت تک ملحوظ رکھنے کی فرضیت ہر مومن پر اسی آیت سے ثابت ہو رہی ہے۔ اب انصاف فرمایئے کہ رعایت آداب کی تاکیدیں تعظیم غیر اللہ ہی ہیں یا کچھ اور۔

۴۔ حضور علیہ السلام کی تعظیم کرنے کا حکم:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ پ ۱ آیت ۱۰۴

(ترجمہ) اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر فرمائیں (بغور) سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

چونکہ کفار و منافقین حضور کو خطاب کرتے وقت بجائے رَاعِنَا کے رَاعِیْنَا کہتے تھے۔ (جس کے معنی ہیں ہمارے چرواہے) اور صحابہ اگرچہ لفظ راعنا (ہماری رعایت فرمائیں) اپنی اصطلاح کے لحاظ سے درست کہتے تھے مگر پھر بھی اس لفظ سے منع فرمادیا گیا تا کہ اس سے منافقین فائدہ نہ اٹھاسکیں اور آگے فرمایا

"وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" (کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے) یعنی جو ان آداب کو ملحوظ نہ رکھے اور اس بے ادبی پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور کافروں کے لئے عذاب الیم ہے کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور انور ﷺ کی تعظیم کا حکم نہیں ہے! اور آغاز آیۃ کریمہ میں "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ قیامت تک آنے والے تمام مومنوں پر تعظیم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء فرض ولازم ہے۔

۵۔ شفاعتِ رسول اللہ ﷺ

شرطِ مغفرت ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا	اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ	اے محبوب تمہارے پاس حاضر
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ	ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ	رسول ان کی شفاعت فرمائے تو
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا	ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے
پ ۵ سورۃ النساء	والا مہربان پائیں گے۔
آیت ۶۴	

یہ آیت مقدسہ کمال وضاحت کے ساتھ غیر مقلدوں کے مذہب کی تردید کر رہی ہے کیونکہ "جَآءُوْكَ" کا لفظ عام ہے چاہے دور سے آئیں یا نزدیک سے اور یہ محرومین کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے روضہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام وشرک ہے۔ جبکہ ان کا یہ قول اللہ کے ارشاد کے صریح خلاف اور متصادم ہے کیونکہ دور سے آنا بلا سفر ممکن نہیں۔

اور فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ اس پر شاہد ہے کہ مقامات مقدسہ پر قضائے حاجات اور مغفرت کے لئے دعا مقبول ومنظور ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ سے استغفار تو ہر جگہ ہو سکتی ہے اور فاء تاکیدی کے لانے سے مزید توضیح ہوگئی کہ حضور کے پاس آنے کے بعد استغفار قبول ہوتی ہے۔ اس سے محروموں کا یہ قول مردود ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ دانا

دینا ہے۔ مقامات مقدسہ کو قبولیت میں کوئی دخل واثر نہیں اور وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ نے شفاعت کا دروازہ کھول دیا گویا شفاعت رسول شرط مغفرت ہے۔ کیونکہ استغفار اس وقت مفید ہوگا جب اس کے ساتھ شفاعت رسول ملی ہوئی ہو۔ محرومین شفاعت اذن شفاعت کا انکار کرتے ہوئے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ	وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے

پ ۳ ع آیت ۲۵۵

ہم کہتے ہیں یہ بالکل درست ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے اذن کے کوئی شفاعت نہیں کرسکتا مگر رسول مقبول ﷺ کو تو اذن شفاعت حاصل ہے۔ کیونکہ آپ کو مقام محمود (سورۃ نبی اسرائیل رکوع ۸) کا وعدہ دیا گیا ہے جو کہ شفاعت کبریٰ کا مقام ہے اور اس پر یہ حدیث دلیل ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ" (مجھے شفاعت عطا کی گئی) اور اگر محرومین اعتراض کریں کہ یہ آیت تو زمانہ نبوی کے ساتھ خاص ہے تو میں کہوں گا۔ کہ لفظ اذ تمہارے اعتراض کو باطل کررہا ہے کیونکہ اذ کسی زمانہ خاص کے لئے نہیں بلکہ عموم کے لئے آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس آیۃ کریمہ سے تین باتیں ثابت ہوئیں نمبر (۱) حضور اکرم ﷺ کے روضہ مقدسہ کا سفر نمبر (۲) مقامات مقدسہ پر دعا کی قبولیت نمبر (۳) گناہ گاروں کے لئے حضور علیہ السلام کی شفاعت۔

۶۔ حضور علیہ السلام کی بیعت کرنے والے کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ پ ۲۶ سورۃ الفتح ع ۱ آیت ۱۰	وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

سبحان اللہ! کیا مقام قرب ہے، کیوں نہ ہو آخر حضور علیہ السلام اللہ کے خلیفۂ مطلق اور رسول برحق ہیں۔ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" میں وہ اسرار ہیں جن کو تحریر نہیں کیا جاسکتا۔ قلم اس مقام پر پہنچ کر ٹوٹ گیا۔

۷۔ حضور علیہ السلام کا وجودِ مسعود روزِ قیامت تک امت میں رہے گا

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ" پ ۹ سورۃ الانفال آیت ۳۳	اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو

عزیزانِ من! ہر نبی کی قوم پر کفر و سرکشی کے سبب عذاب الٰہی نازل ہوا مگر یہ امت بسبب حضور علیہ السلام کے وجود مسعود کے قیامت تک دنیاوی عذاب سے محفوظ

و مامون ہے۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ کا وجود مسعود روز قیامت تک ہم میں نہ ہوتا تو یقیناً فسق و فجور اور عصیان و طغیان کی بناء پر ہم مستحق عذاب ہوتے محروموں کا یہ قول کہ حضور علیہ السلام مر کر مٹی ہو گئے۔

(خاک باشد در دہان آں قوم)

۸۔ حضور علیہ السلام قیامت تک ہونے والے امت کے اعمال و افعال اور احوال کا مشاہدہ فرماتے ہیں:

يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۶

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں احوال امت پر شاہد اور خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی آپ احوال امت پر گواہ ہیں۔ مومنوں کو جنت کی خوشخبری دینے والے ہیں اور کفار کو دوزخ سے ڈرانے والے ہیں اور لوگوں کو عبادت الٰہی کی طرف بحکم خدا تعالیٰ د ت دینے والے اور روشن چراغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا کردہ یہ عظمتیں اور رفعتیں قابل غور ہیں۔ آیت کے آخر میں حضور علیہ السلام کو روشن چراغ فرمایا گیا جو کہ ذات الٰہی کی نور سے روشن ہے اور

وہابی اس چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (پ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۸)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں (پھونکوں) سے بجھادیں اور اللہ اپنا نور پورا کرتا ہے خواہ کافر برا ہی کیوں نہ جانیں

مگراس نورانی چراغ کی شان یہ ہے کہ

چراغ راکہ ایزد برفروزد اگر کس تف زند ریشش بسوزد

یعنی اللہ تعالیٰ کے روشن کردہ چراغ کو پھونکیں مارنے سے سوائے اپنی ہی داڑھی کو جلانے کے کیا حاصل ہوسکتا ہے اور داڑھی کو جلانا تو آسان ہے ایمان کو جلانا ایک مشکل کام ہے۔ مولف رسالہ ہذا عفی عنہ نے اس آیت کے اسرار ورموز اور دیگر متعلقات کو رسالہ تہلیلہ میں بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے طالب تفصیل کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے

۹۔ حضور علیہ السلام کو سکھادیا، جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے (یعنی آپ دانائے علومِ اولین وآخرین ہیں۔)

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ ۲۸ سورۃ النسا، آیت ۱۱۳)

اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

اس آیت کریمہ میں لفظ ما کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ علوم اولین و آخرین اس میں داخل ہوں اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی حد تواتر کو پہنچی ہیں اور ویسے بھی اس بات میں کوئی تعجب نہیں کہ جس ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم نص قرآنی سے ثابت ہے وہ دانائے علوم اولین و آخرین ہو۔ اس لئے قول محرومین کی تردید ہوگئی۔ کہ ملک الموت اور شیطان کا علم امام الانبیا علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے۔)

کیونکہ نص سے ثابت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسی نص ہے جو ملک الموت اور شیطان کے علم کے عموم پر دلالت کرتی ہے؟ اور اس کو تم ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اور مذکورہ بالا آیۃ مقدسہ سے تمہاری چشم بصیرت اندھی کیوں ہے؟ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے کیا خوب فرمایا کہ

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش درنظر

(یعنی بداندیش و بدخواہ کو کسی کا ہنر اور کمال بھی عیب ہی دکھائی دیتا ہے۔

۱۰۔ حضور علیہ السلام کی عظمتِ شانی اور رفعتِ مکانی کو وہ ہی جانتا ہے:

موئف اس بحر ناپیدا کنار کے بارے میں بھلا کیا لکھ سکتا ہے؟ جس کی پیروی کرنے سے درگاہ الٰہی میں مقام محبوبی عطا ہوتا ہے۔ وہ خود کس قدر محبوب ومقرب ہوگا۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ | اے محبوب تم فرما دو۔ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں محبوب رکھے گا

پ ۳ سورۃ آل عمران

آیت ۳۱

اور جس کی اطاعت، عین اطاعت خدا ہے اس کے وصف قرب کو کس زبان سے بیان کیا جائے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ | جس نے رسول کا حکم مانا ہے بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا

پ ۵ سورۃ النساء

آیت ۸۰

جس کے امر ونہی کو ماننے کا حکم خود اللہ تعالٰی فرمائے اس کی عظمت شانی اور رفعت مکانی کو بھی وہ خود ہی جانتا ہے۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا | اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو

پ ۲۸ سورۃ

حشر آیت)

اس بحث کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں کہ

لایمکن الثناء کما کان حقه،	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
صلی اللہ علی سیدنا محمد واصحابہ وبارک وسلم۔	اے اللہ! ہمیں حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب فرما اور آپ ہی کے طریقے پر موت دے

۱۱۔ فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور ابلیس کا انکار کرنا:

آدم بر سر مطلب کہ تعظیم غیر اللہ کا کیا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○	اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔
پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۳۴	

آدم علیہ السلام کو سجدہ کر کا حکم فرشتوں کو تعظیم کے لئے تھا یا تحقیر کے لئے، اگر تحقیر کے لئے تھا تو پھر شیطان نے اس کو کیوں نہ مانا جو کہ تعظیم غیر اللہ کا اولین منکر اور انبیاء علیہم السلام کی تحقیر کرنے والوں کا امام و پیشوا ہے اور اگر تعظیم کے لئے تھا تو پھر

تعظیم غیر اللہ حکما ثابت ہوئی یا نہیں؟

۱۲۔ والدین کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنا:

اللہ تعالیٰ پارہ ۱۳ سورۃ یوسف رکوع ۱۱ آیت ۱۰۰ میں فرماتا ہے۔

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا — اور سب اس کے لئے سجدے میں گرے

اس میں جس سجدہ کا ذکر ہے وہ سجدہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے تعظیم کے لئے کیا تھا یا کسی اور وجہ سے؟ اگر تعظیم غیر اللہ کفر و شرک ہوتی تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کو ذکر نہ فرماتا۔ اگرچہ ہم مقلدین کے نزدیک غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی حرام ہے کیونکہ یہ سجدہ عبادت کے مشابہ ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدے کا حکم دیتا تو البتہ عورت کو اپنے شوہر کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا (ترمذی شریف) لیکن سجدہ تعظیمی کی حرمت سے تعظیم غیر اللہ کی حرمت اور کفر و شرک کب لازم آتا ہے۔

۱۳۔ (فائدہ) ابلیس کا نام شیخ نجدی کیسے مقرر ہوا؟

تعظیم غیر اللہ کا پہلا منکر ابلیس ہے اس لحاظ سے نجدیوں اور نجدی پرستوں کا تعلق و رشتہ داری ابلیس سے پکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس شیخ نجدی کی صورت

میں دارالندوہ میں پہنچا جب کہ کفار وہاں جمع ہو کر امام الانبیاء ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کر رہے تھے۔ ابلیس نے ان کو قتل کا طریقہ بتایا تو سب نے اس کی بات پر اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ القول ما قال الشیخ النجدی، یعنی بات وہی درست ہے جو شیخ نجدی نے کہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے شر سے نجات دی۔ یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اس دن سے شیطان کا نام شیخ نجدی مقرر ہو گیا۔ بلا خطہ فرمائیں کتب لغت غیاث وغیرہ۔

۱۴۔ شیطان کا شیخ نجدی کی صورت میں ظاہر ہونا:

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مسامرات" میں نقل فرماتے ہیں کہ جس سال قریش مکہ کعبۃ اللہ کی تعمیر نو کر رہے تھے ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا کہ حجر اسود کو نصب کون کرے؟ ہر قبیلہ کا سردار کہہ رہا تھا کہ میں اس کا زیادہ مستحق ہوں۔ آخر ان میں سے کسی کے مشورے سے یہ طے پایا کہ کل حرم کے فلاں دروازے سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہو گا۔ یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے گا اتفاقاً اس روز سب سے پہلے حضور علیہ السلام اس دروازے سے داخل ہوئے جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۵ برس تھی۔ سب نے بالاتفاق کہا۔

هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَا بِهٖ (یہ امین ہیں اور ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں)

حضور علیہ السلام نے تمام سرداروں کی رعایت کرتے ہوئے حجر اسود کو ایک

چادر میں رکھوایا اور ہر قبیلے کے سردار کو حکم دیا کہ چادر کا ایک ایک کونا پکڑ کر پتھر کو اوپر اٹھائیں اور پھر خود ہی اپنے دست اقدس سے اس کو دیوار میں نصب فرمایا۔

دریں اثناء شیطان بصورت شیخ نجدی ظاہر ہو کر کہنے لگا کہ اس پتھر کو فلاں پتھر کے پیچھے رکھو۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طریقے سے جب دوسرا پتھر اوپر رکھا جائے گا تو حجر اسود گر پڑے گا تو لوگ حضور علیہ السلام کو برا بھلا کہیں گے مگر حضور علیہ السلام نے نور نبوت سے اس کے مدعا کو بھانپ کر فرمایا۔

"اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" چنانچہ شیطان ناکام و مایوس ہو کر بھاگ گیا

(مسامرات، باب بناء الکعبہ)

۱۵۔ نجد سے شیطان کا سینگ نکلنے کی پیش گوئی:

اسی وجہ سے حضور علیہ السلام نے نجدیوں کو قرن شیطان کا سینگ فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام مشرق کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے کہ خبردار یہاں فتنے ہوں گے کیونکہ یہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا (بخاری) چونکہ نجدیوں کا تعلق و رشتہ داری شیطان سے قدیمی ہے لہذا آج تک اس تعلق کا خوب لحاظ رکھتے ہیں۔ اسی سبب سے مقامات مقدسہ، حضور علیہ والسلام اور آپ کے آل واصحاب کی یادگاروں کو یہ بہانہ بنا کر کہ لوگ یہاں شرک کرتے ہیں تباہ و برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

۱۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے والے مقامات پر دعا مانگنے کا حکم:

کیا مقامات مقدسہ پر نوافل پڑھنا، دعا کرنا اور خدا تعالیٰ سے حاجات مانگنا شرک ہے؟ اگر یہ مقامات مقدسہ نوافل پڑھنے اور دعا مانگنے کے قابل نہیں ہیں۔ تو پھر ارشاد خداوندی۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۲۷)	اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے۔

کا کیا مطلب ہے؟

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی (پ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۱۲۵)	اور ابراہیم کے کھڑا ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

کس لئے ہے؟ حضور علیہ السلام کا حجر اسود کو چومنا اور طواف کرنا کس بناء پر تھا؟ اور لوگوں کا عرفات میں ٹھہرنا، مزدلفہ و منیٰ کی طرف لوٹنا، رمی جمعرات صفا و مروہ کے درمیان سعی اور ہر مقام پر دعا مانگنا کس مقصد کے لئے ہے؟

یہ سب کچھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگاریں ہیں یا کچھ اور؟

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً	اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر

پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸

باب (۲)

احادیث سے غیر اللہ کی تعظیم کا ثبوت

ا۔ تعظیم حضرت سعد کا حکم:

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے فیصلہ کے لئے آئے تو حضور علیہ السلام نے جماعت انصار کو فرمایا۔

''قوموا السید کم او خیر کم'' (اپنے سردار یا اپنے سے بہتر کیلئے کھڑے ہو جاؤ) (بخاری) کیا یہ امر حضور کا تعظیم سعد رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں تھا؟ بعض محروموں کی یہ تاویل مردود ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور یہ حکم قیام، ان کو سواری سے اتارنے کے لئے تھا نہ کہ تعظیم کے لئے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ''قوموا جمع'' کا لفظ ارشاد فرمایا جس کا معنی ہے تم سب کھڑے ہو جاؤ حالانکہ سواری سے اترنے میں مدد دینے کے لئے ایک اور زیادہ سے زیادہ دو آدمی کافی تھے تمام جماعت کو قیام کا حکم دینے کی کیا ضرورت تھی؟

اگر نبی پاک ﷺ کا مقصود تعظیم نہ ہوتا تو ''قوموا''، السعد (سعد کے لئے کھڑے ہو جاؤ) ہی فرما دینا کافی تھا۔ مگر حضور علیہ السلام کا ارشاد کہ اپنے سردار یا بہتر کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ تعظیم کے بارے میں ہے یہاں یہ فائدہ بھی حاصل ہو گیا کہ تعظیم کے موقع پر رئیس قوم کو سید کہنا جائز ہے۔

۲۔ تعظیم حضرت زید:

حضرت زید بن حارثہ کی آمد پر حضور علیہ السلام اپنے کپڑوں کو درست کیے بغیر ہی اٹھے۔ ان کے ساتھ معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آئے جبکہ حضور اکرم ﷺ میرے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضور علیہ السلام کے پاس آئے، دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے ہی اٹھے اور ان سے معانقہ کیا (ترمذی شریف)

اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام کا معانقہ و بوسہ محبت کے لئے تھا نہ کہ تعظیم کے لئے، تو میں یہ کہوں گا کہ حجر اسود کو سرکار کا بوسہ دینا محبت کے لئے تھا یا تعظیم کے لئے، ظاہر ہے کہ پتھر کے ساتھ انسان کی محبت بے معنی ہے۔ اگر اس پر اکتفا نہ کریں تو مزید کہوں گا کہ یہودیوں کا حضور علیہ السلام کے دست و پا کو بوسہ دینا اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ از روئے عرف، محبت کا بوسہ چہرے پہ ہوتا ہے اور تعظیم کا بوسہ دست و پا پر۔

۳۔ دست و پا کو تعظیماً چومنے کا جواز:

اگر کسی کے دست و پا کو تعظیماً چومنا جائز نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام اس کی اجازت نہ دیتے۔ اس سلسلے میں صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی کو کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو تو اس کے ساتھی نے کہا کہ ان کو نبی مت کہو۔ کیونکہ اگر اس نے تیری بات کو سن لیا تو ان کو نہایت خوشی

ہوگی۔ پھر وہ دونوں حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور نو آیات بینات کے بارے میں سوال کیا۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) کسی نفس کو ناحق قتل نہ کرو (۵) کسی بے قصور کو حاکم کے پاس قتل کرانے کے لئے نہ لے جاؤ (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) عفیفہ عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ (۹) لڑائی کے روز پیٹھ دے کر نہ بھاگو اور خاص کر کے اے یہودیو، تم ہفتہ کے دن شکار نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ الخ (ترمذی شریف)

۴۔ تعظیم مومن:

"باب تعظیم المومن" میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے ایک دفعہ کعبہ شریف کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو بڑی عظمتوں والا ہے۔ تیری حرمت و عظمت بھی عظیم ہے مگر مومن کا رتبہ عنداللہ تجھ سے زیادہ ہے۔ (ترمذی شریف)

۵۔ بارگاہ نبوی میں صحابہ کرام کا تعظیماً سر جھکا کر بیٹھنا:

اب ذرا اس سلسلے میں عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے جو کہ آسمان اسلام کے ستارے ہیں۔ احادیث و سیرت کی کتابوں سے ثابت

ہے کہ صحابہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اس طرح عاجزی وانکساری کے ساتھ سر جھکائے باادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور ذرا سی بھی حرکت سے وہ اڑ جائیں گے۔کمال توقیر وتعظیم کی وجہ سے کوئی بھی ان میں سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔

"فلا یرفع الیہ احد منھم بصرہ الخ"

باب (۳)

وہ آثار مبارکہ جن کی نسبت حضور علیہ السلام سے ہے ان کی زیارت کرنا مستحب ہے

ا۔ صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری کی عبارات کا خلاصہ:

بعض علماء امت کے اقوال و افعال کو بھی نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی ''حیٰوۃ القلوب فی زیادۃ المحبوب'' کے باب ۴ فصل سوم میں مولانا رحمتہ اللہ سندھی صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری کی عبارات کا خلاصہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والے کنوؤں، مسجدوں اور نشانات کی زیدرت کرنا مستحب ہے۔ چاہے وہ آثار متبرکہ معلوم ہوں یا محض ان کی جہت۔ احناف کی ایک جماعت، بعض شوافع، مالکیہ اور حنابلہ نے اس استحباب مطلق کی تصریح یوں کی ہے کہ جس چیز کو حضور علیہ السلام کی دست اقدس، پاؤں مبارک، پہلو شریف یا کسی بھی عضو پاک سے مساس حاصل ہو اس کی تعظیم مستحب ہے خواہ یہ نسبت و مساس حد ثبوت تک پہنچتا ہو یا بلا ثبوت ہی لوگوں میں مشہور و معروف ہو (انتھیٰ مختصراً) اب از روئے انصاف فیصلہ کریں کہ آثار متبرکہ و مقامات مقدسہ کے بارے میں فقط شہرت ہی کافی ہے یا بطور حدثنا عنعنہ اس کا منقول ہونا ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام کی جائے ولادت، دار ارقم بن ارقم، مکان خدیجتہ

الکبریٰ حضرت خاتون جنت کی جائے ولادت اور حضور علیہ السلام کے مساجد و آثار کے متعلق آج تک کسی نے نہیں کہا کہ یہ جعلی ہیں بلکہ سبھی ان کی صحت پر متفق ہیں اور ان آثار ومقامات کریمہ کی زیارت کو مستحب کہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں ایضاح المناسک از امام نووی، ''مناسک'' از ملا علی قاری اور تاریخ قطبی، حتیٰ کہ پیشوا نجدیت ابن تیمیہ نے بھی ان کو جعلی نہیں کہا۔ ہاں اپنے مسلک کی بناء پر ان کی زیارت کو حرام کہتا ہے جیسا کہ صدیق حسن خان نے اپنی کتاب ''رحلۃ الصدیق'' میں ابن تیمیہ سے نقل کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا آثار رسول اللہ ﷺ سے برکت حاصل کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کے لئے جاتے تو حرمین شریفین کے درمیان واقع ہونے والے آثار رسول اللہ ﷺ پر حصول برکت کے لئے قیام فرماتے اور نماز پڑھتے جس درخت کے نیچے حضور علیہ السلام نے آرام فرمایا ہوتا اس کو پانی دیتے۔ یہ روایات صحاح، سنن، مسانید اور معاجم میں بکثرت موجود ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ کا منبر رسول اللہ ﷺ پر ہاتھ رکھ کر چہرہ پر ملنا:

طبقات ابن سعد میں مرقوم ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس حال میں دیکھا گیا کہ اپنا ہاتھ منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھے ہوئے ہیں پھر اس کو اپنے چہرے پہ مل لیا۔ اسی سلسلے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قبر و منبر کو تبرکاً بوسہ دینا بھی مروی

ہے۔

حضرت شیخ سمہودی علیہ الرحمۃ "وفاء الوفا جلد ثانی ص ۴۴۳" پر فرماتے ہیں، کہ عزالدین نے بروایت عبداللہ ابن احمد "کتاب العلل والسوالات" میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو بارگاہ الٰہی سے حصول ثواب کی امید رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام کے قبر و منبر کو مس کرتا اور بوسے دیتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ تمام اصحاب مذاہب اربعہ کے نزدیک آثار جلیلہ سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے:

موئف عفی عنہ کہتا ہے کہ تمام اصحاب مذاہب اربعہ اس استحباب کے قائل ہیں مگر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی روایت کی تخصیص نجدی وہابیوں کو لاجواب کرنے کے لئے کی گئی کیونکہ یہ بھی بظاہر حنبلی ہونے کے دعویدار ہیں اور آثار جلیلہ سے تبرک کو کفر و شرک جانتے ہیں یہاں سے معلوم ہو گیا کہ ان کا دعوائے حنبلیت محض جھوٹ اور افتراء ہے۔ علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری جلد نمبر ۴ ص ۶۰۷ پر لکھتے ہیں کہ میرے استاذ حافظ زین العابدین عراقی فرماتے ہیں۔ مجھے حافظ ابوسعید بن علائی نے بتایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے کلام کو دیکھا۔ ان سے حضور علیہ السلام کے منبر و قبر کو بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ہم نے جب ابن تیمیہ کو یہ بات دکھلائی تو وہ اس پر متعجب ہو کر کہنے لگا کہ مجھے امام احمد پر تعجب ہو وہ میرے نزدیک جلیل القدر ہیں نہ راوی کہتا ہے کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حالانکہ امام احمد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہاں

تک مروی ہے کہ آپ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قمیص دھو کر اس کا پانی پی لیا تھا۔ جب وہ اہل علم کی اس قدر عزت وقدر کرتے ہیں تو صحابہ کرام اور آثار رسول انام ﷺ کی تعظیم وتکریم کی کیا کیفیت ہوگی۔

۵۔ حضرت ابوایوب انصاری کا حضور علیہ السلام کی مزار مبارک پر چہرہ رکھنا:

اور اسی قول کو بسبب اس کی شہرت کے امام مقری مالکی نے اپنی کتاب "فتح المتعال بعفة النعال" کے ص ۸۱ پر نقل کر دیا ہے (نسخہ قلمی) علامہ مقری اس قول کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ قول اس روایت سے ماخوذ ہے جس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے مسند میں نقل کیا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور پر چہرہ رکھا ہوا تھا۔ مروان نے آپ کی گردن کو پکڑ کر کھینچا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دے کیونکہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ یہ روایت مسند امام احمد میں جلد ۵ ص ۴۲۳ پر موجود ہے۔ شیخ سمہودی، امام ابن حجر مکی اور امام سبکی نے بھی اس حدیث کے رواۃ کے طریق کو بیان کیا ہے چنانچہ درمنظم وفاء الوفا اور شفاء السقام کا مطالعہ کریں۔

باب (۴)

صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام کے آثار مبارکہ سے تبرک حاصل کرنا

۱۔امام بخاری نے اپنے جامع میں ایک باب مقرر کیا ہے:

امام موصوف اپنی باطل شکن کتاب میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ السلام کے آثار مبارکہ سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔ جیسے آپ کا لعاب دہن، جھوٹا کھانا یا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی اور پسینہ مبارک حضرت امام بخاری اپنی جامع جلد اول ص ۴۳۸ پر ایک باب ان الفاظ سے قائم کرتے ہیں کہ یہ باب ہے حضور علیہ السلام کی زرہ، عصا، تلوار، پیالہ، انگوٹھی اور ان لاتعداد چیزوں کے بیان میں جن سے صحابہ کرام و دیگر حضرات حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

۲۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا، لوگوں کو حضور علیہ السلام کی چادر مبارک کی زیارت کرانا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور شافع یوم النشور کا لبادہ مبارک تھا جس کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں اور یہ کہا کرتی تھیں کہ اسی لبادہ میں حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے وصال فرمایا تھا۔ بخاری کے لفظ یہ ہیں۔

"اخرجت لنا عائشة كساء ملبدا ص ۴۲۸"

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے نعلین مبارک کی لوگوں کو زیارت کراتے تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس نعلین مبارک تھے جن کی وہ لوگوں کو زیارت کرایا کرتے تھے۔

بخاری کے لفظ یہ ہیں۔ "اخرج لنا انس نعلین جرداوین ص۴۳۸"

۴۔ حضرت عبداللہ بن سلام حضور علیہ السلام کے پیالہ مبارک میں تبرکاً پانی پلاتے تھے:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اقدس ﷺ کا پیالہ مبارک تھا جس میں لوگوں کو تبرکاً پانی پلاتے تھے۔ بخاری میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تجھے میں ایسے پیالے میں نہ پلاؤں جس سے حضور علیہ السلام پیا کرتے تھے۔ بخاری جلد ۲ ص (۸۴۲) اس کے بعد اسی پیالے کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بطور تبرک محفوظ رکھا۔

۵۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے بال مبارک دھو کر شفایابی کی نیت سے پانی پلایا کرتی تھیں:

حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس بال مبارک تھے جن کو دھو کر شفایابی کی نیت سے پلایا کرتی تھیں۔(بخاری جلد ۲ ص ۸۷۵) جب تمام آثار مبارکہ متبرک وواجب التعظیم ہیں تو پھر آپ کی قبر مبارک بدرجہ اولیٰ متبرک ہوگی۔اسی سبب سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور پر چہرہ رکھا گویا کہ اپنا سر حضور علیہ السلام کے قدموں پر رکھ دیا۔

۶۔عباسیہ کے دور حکومت میں لوگ تبرکاً حضرت امام بخاری کی قبر سے مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے:

حضرت امام بخاری کے وصال کا واقعہ شرح بخاری میں موجود ہے کہ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی جس کی وجہ سے لوگ تبرکاً قبر سے مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔یہ واقعہ اس دور کا ہے جب مملکت شرعیہ ترقی پر تھی۔یعنی سلطنت عباسیہ میں کہ جب قضا و احتساب کے محکمے موجود تھے۔مگر اس کے باوجود کسی نے اس واقعہ پر احتساب نہیں کیا۔معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا۔لیکن افسوس کہ نجدیوں کے پیشوا قبر پر ہاتھ رکھنے کو بھی کفر و شرک اور بدعت قرار دیتے ہیں۔وہ محدثین ربانی کا زمانہ تھا اور یہ محدثین زبانی کا دور ہے۔اس بحث کو اسی پر ختم کرتا ہوں کیوں کہ اہل انصاف کے لئے یہ کافی ہے۔

اصل ـــــــ ۲

تَوَسُّل و اِسْتِمْدَاد

باب (۱)

روح کی حیات قواعد شرع میں بالاتفاق ثابت ہے۔

ا۔اہلِ قبور کو قیامت تک تنعیم یا تعذیب کا ملنا:

اس مسئلہ کی تحقیق چونکہ ارواح کا اپنے بدن سے علیحدہ ہوجانے کے بعد ان کی حیات ہونے پر موقوف ہے لہذا پہلے ہم حیوۃ ارواح کو ثابت کریں گے۔ پھر اس پر توسل واستمداد کو ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝	اور تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرما دو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۵

روح کا مسئلہ از روئے قرآن مجید نہایت پیچیدہ ہے ہم اپنے قلیل علم کے مطابق جو کچھ اس میں گفتگو کرتے ہیں وہ اس کی حیات وممات کے بارے میں ہے نہ کہ اس کی ماہیت وکیفیت کے متعلق۔ کیونکہ نص قرآنی کے مطابق روح عالم امر سے ہے اور عالم خلق عالم امر میں اسی قدر گفتگو کر سکتا ہے۔ جتنا کہ شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ روح کی ماہیت وکیفیت کے بارے میں شارع علیہ السلام نے سکوت فرمایا ہے مگر اس کی حیات، اصول اسلام اور قواعد شرع میں بالاتفاق ثابت ہے بلکہ روح کا شعور وادراک عناصر اربعہ کے قفس عنصری سے آزاد ہو کر پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ اولیاء کی روحیں حیاۃ اخروی میں کامل ترقی حاصل کرتی ہیں اور نفوس قدسیہ حالیہ حیوٰۃ سے بھی بڑھ کر مصادر فیوض وبرکات ہو جاتے ہیں۔ (یعنی خدا والوں کے ارواح دوسرے جہاں میں بھی پوری قوت سے فیوض وبرکات ظاہر کرتے ہیں) اس مسئلہ پر حکماء اسلام، محققین، محدثین، متکلمین اور اکابرین دین کا اتفاق ہے۔ امام غزالی، امام رازی، علامہ تفتازانی، علامہ سید شریف، قاضی بیضاوی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتب ورسائل میں اس کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کیا ہے حتیٰ کہ روساے وہابیہ ابن قیم وغیرہ نے بھی روح کی حیوٰۃ شعور اور ادراک تام کا اعتراف کیا ہے (تفسیر بیضاوی جلد اول مطبوع ہند ص ۸۵) شہید کے حیات ہونے والی آیات کے نیچے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روحیں جوہر ہیں جو اپنے وجود سے قائم ہیں۔ یہ بدن محسوس کے مغائر ہیں۔ موت کے بعد بھی باقی رہتی ہیں بلکہ ادراک بھی کرتی ہیں۔ جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے اور اسی پر آیات واحادیث گواہ ہیں۔

اگر غیر مقلدین جو کہ کتب درسیہ کے مضامین سے بھی بے خبر ہیں، کہیں کہ کون سی آیات واحادیث سے روح کا ادراک و شعور ثابت ہے تو میں یہ کہوں گا کہ عذاب قبر، نکیرین کے سوال و جواب اور اہل قبور کے عذاب ونعمت پر اہل اسلام کا اتفاق ہے اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی تقریباً حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ تمام روح کی حیٰوۃ اور ادراک وشعور پر موقوف ہے۔ اگر روح کو شعور نہ ہو تو سوال وجواب کا کیا معنیٰ؟ اگر یہ کہا جائے کہ بوقت سوال شعور ہوتا ہے بعد میں نہیں تو میں کہوں گا کہ احادیث میں قیام قیامت تک تنعیم وتعذیب کا ذکر ہے، جو روح کے قیامت تک ادراک وشعور کی صریح دلیل ہے۔

۲۔ اہل قبور سے کلام کرنے کا ارشاد:

اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کے ارشاد سے ہم کو اموات کے ساتھ کلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کے قبرستانوں سے گزرو تو کہو کہ اے قبر والو تم پر سلامتی ہو ہم انشاء اللہ ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں تم ہمارے پیشرو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔

(ترمذی، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد اور حصن حصین ص ۱۵۴)

اور ان کو شعور نہ ہوتا تو ہرگز حضور علیہ السلام ہمیں جمادات کو مخاطب کرنے کا حکم نہ دیتے بلکہ خود حضور علیہ السلام نے ان مندرجہ بالا الفاظ سے اموات کو مخاطب فرمایا۔ غیر مقلدوں کے امام ابن قیم اپنی کتاب ''روح'' کے ص ۵ پر لکھتے ہیں کہ اس امر

متواترہ اوراجماع سلف سے ثابت ہے کہ مرنے والے اپنے زائرین کو پہچانتے اوران کی آواز سے خوش ہوتے ہیں۔امام سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب (شرح الصدور ص ۱۵۱) میں لکھتے ہیں کہ احادیث وآثار اس پر دلیل ہیں کہ جب کوئی کسی کی زیارت کے لئے قبر پر آتا ہے تو صاحب مزار اس کو پہچان لیتا ہے۔اس کی بات سنتا ہے اور مانوس ہوتا ہے۔اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے

۳۔اہل مزار کا زائرین کو پہچاننا، انکی بات سننا اور سلام کا جواب دینا:

ابن ابی الدنیا نے ''کتاب القبور'' اور امام بیہقی نے کتاب ''شعب الایمان'' میں حضرت عائشہ صدیقہ، ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ جب کوئی قبر کے قریب جاتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا اور خوش ہوتا ہے۔اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے قبر پر بیٹھتا ہے تو مردہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اٹھ کر چلا جائے۔

(کتاب الروح ص ۵ شرح الصدور ص ۱۳۶)

یہی وجہ ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد کچھ دیر ''میری قبر پر ٹھہرنا تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں۔مسلم شریف میں یہ روایت ان الفاظ سے مذکور ہے کہ میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا کہ جتنی دیر

میں ایک اونٹ ذبح کر کے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔'' ابن قیم اسی سے اخذ کر کے کتاب الروح ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ میت حاضرین سے انس وانبساط حاصل کرتی ہے۔

ہم نے جو علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعد الموت روح کا ادراک زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو ایسے مکان میں بند کر دیا جائے جس میں کوئی سوراخ نہ ہو تو وہ کسی کی آواز کو وہاں نہیں سن سکتا مگر قبر میں سن لیتا ہے۔ جیسا کہ روایات مذکورہ بالا میں گزر چکا ہے۔

۴۔ اہل قبور کا احترام کرنے کا ارشاد:

مسلم شریف میں ہے کہ اہل قبور زائرین کے جوتوں کی آواز کو سنتے ہیں۔ اگر کوئی تہہ خانے میں ہو تو اوپر سے گزرنے سے اس کو ایذا نہیں ہوتی مگر قبر کو پامال کرنے سے میت کو ایذاء ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو تکیہ بنا کر بیٹھنے والے شخص سے فرمایا تھا کہ اس قبر والے کو ایذا مت دو۔ اس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا تھا کہ جوتے پہن کر قبرستان میں چلنے سے بھی منع فرما دیا۔

(ابوداؤد جلد دوم باب المشی بین القبور فی النعل ص ۱۰۴ مطبوعہ ہند)

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبور کی بے حرمتی نہ کی جائے اس سے مردہ کو ایذاء ہوتی ہے بلکہ اہل قبور کے مراتب کے مطابق ادب و احترام کرنا ضروری ہے۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسلک، شعور اموات کے بارے میں:

''مسند امام احمد جلد ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ مصر'' پر امام احمد لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد اپنے حجرے میں بے تکلف چلی جایا کرتی تھی کیونکہ ایک حضور علیہ السلام تھے، ایک میرے والد ماجد مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد ان سے حیا کرتے ہوئے بلانقاب نہیں جا سکتی تھی۔ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مستدرک میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ مشکوۃ میں بھی یہ حدیث منقول ہے۔ لمعات میں شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زائر کو قبر کا اتنا ہی ادب واحترام کرنا چاہیے۔ جتنا کہ صاحب قبر کا حالت حیات میں کرتا تھا خصوصاً قبور صالحین کا۔

(مشکوۃ شریف مطبع نظامی ص ۱۴۶)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسلک شعور اموات کے بارے میں کیا ہے اور ان کا شعور کس بناء پر ہے۔ اگر ان کا مسلک یہ ہوتا کہ اموات کو شعور نہیں تو پھر اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو خطاب کر کے گفتگو نہ فرماتیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا انتقال مکہ مکرمہ کے قریب ہوا اور آپ کی نعش کو مکہ معظمہ میں دفن کر دیا گیا۔ جب ام المومنین اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کو آئیں تو فرمایا کہ اے

میرے بھائی اگر میں تیرے وصال کے وقت موجود ہوتی تو تجھے وہیں دفن کرتی۔اور اگر وہاں حاضر ہوتی تو پھر دوبارہ آپ کے پاس آنے کی حاجت نہ تھی۔

(ترمذی کتاب الجنائز جلد اول ص ۱۳۱)

۶۔روح کا جسم سے معنوی تعلق اور تصرف کی اجازات:

خلاصہ یہ ہے کہ روح کا معاملہ عجیب وغریب اور حیرت افزا ہے اس کی قوت وطاقت عجیب قوت وطاقت ہے۔خاص کر ارواح اولیاء جو کہ ملائکہ میں شامل ہو کر انہی کی صفات سے متصف ہو جاتی ہیں۔ان کے علم وادراک اور سیر وتصرف میں دنیا کی کوئی چیز مانع وحائل نہیں ہو سکتی۔علامہ ''قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' اللہ تعالیٰ کے قول،

''فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا'' کے تحت لکھتے ہیں کہ ملائکہ اور ارواح صالحین کا مسکن اعلیٰ اگرچہ علیین ہوتا ہے مگر ارواح صالحین اپنی قبر کے ساتھ بھی کامل تعلق رکھتی ہیں۔حضور علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس میں دیگر انبیاء کے ساتھ ان سے بھی ملاقات فرمائی اور چھٹے آسمان پر مکالمہ ہوا حالانکہ واقعہ معراج آنکھ جھپکنے کی دیر میں ہوا۔حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ'' مومنوں کی روحیں علیین میں اور کافروں کی روحیں سجین میں ہوتی ہیں مگر ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اس کو تصرف کی بھی اجازت ہوتی ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۴۳)

۷۔ مصیبت میں "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" کہنے کا ارشاد:

اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر صحرا میں تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ اور کوئی یار و مددگار نظر نہ آتا ہو تو تین مرتبہ یوں کہو "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) اس ارشاد میں عباد اللہ کا لفظ عام ہے۔ اس میں رجال الغیب ،فرشتے اور ارواح صلحاء شامل ہیں۔ اصحاب مشاہدہ اور علماء راسخین نے بارہا اس کا تجربہ کیا اور اس کو صحیح پایا۔ (حصن حصین ص ۱۰۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب روح جسمانی بندشوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو اپنے مزاج اصلی کی طرف رجوع کرتی ہے اور ملائکہ میں شامل ہو کر ان کے کاموں میں شریک ہو جاتی ہے۔ ملائکہ کا اکثر کام اعلاء کلمتہ اللہ اور بندگان خدا کی مددگاری ہوتا ہے۔

(حجتہ اللہ البالغہ ص ۳۴)

ان دلائل سے ارواح مقدسہ کی حیوٰۃ و ادراک، شعور و علم اور سیر و تصرف کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب ہم آئندہ سطور میں انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد کا مسئلہ بیان کرتے ہیں۔

باب (۲)

توَسُّل واِستمدَاد

1-اولیاء انبیاء محض واسطہ اور وسیلہ ہیں:

انبیاء اور اولیاء جس طرح زندگی میں خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہوتے ہیں اور لوگ ان کے وسیلہ وشفاعت سے دینی ودنیاوی مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں اسی طرح عالم برزخ میں بھی عون الٰہی کے مظہر ہوتے ہیں۔ان کے فیوض وبرکات اور وسیلہ وشفاعت سے مشکلات حل ہوتی ہیں اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔ قاضی الحاجات ہر حال میں صرف وحدہ لاشریک کی ذات ہے۔ارواح مقدسہ تو محض وسیلہ و واسطہ ہیں جیسا ظاہری حیات میں تھیں۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس سے حالت حیات میں استمداد کیا جاسکتا ہے۔وصال کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔طالبان حقیقت اور، سالکان طریقت اپنے پیروں سے اور وصال کے بعد ان کی

روحوں سے تقرب الی اللہ کے لئے مدد مانگتے ہیں اور تقرب الی اللہ بزرگوں کی زندگی میں بھی ان کی روحوں کی مدد سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ جسمانی طاقت سے اسی طرح مرنے کے بعد بھی روح برقرار بلکہ پہلے سے زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔

۲۔عوام کے استمداد کا طریقہ قابل اصلاح ہے:

باقی رہا عوام الناس کے استغاثہ واستمداد کا طریقہ تو وہ ضرور قابل اصلاح ہے کیونکہ لوگ استمداد میں اس حد تک افراط کر دیتے ہیں کہ ان سے بعض ملحدانہ ومشرکانہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں۔علماء پر ان کی اصلاح ورہنمائی لازم ہے نہ کہ مطلقاً زیارت قبور کو شرک سمجھیں اور بالکل اس سے منع ہی کر دیں مثلاً اگر کوئی نابینا مسجد میں آ کر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو آنکھ والوں پر لازم ہے کہ اس کو روبقبلہ ہونے کی ہدایت کر دیں نہ یہ کہ مسجد کو گرا دیں یا اس کو نماز سے ہی منع کر دیں۔

۳۔اہلسنت وجماعت کا عقیدہ:

صحیح اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ تو کوئی زندہ مستقل حاجت روا ہے اور نہ ہی کوئی مردہ۔اگر کوئی دوا کو حقیقۃً مفید ونقصان دہ سمجھتا ہے یا کسی حکیم کو اصلی شفاء دینے والا، یا کسی بادشاہ کو مستقل رزاق یا کسی بزرگ کو ذاتی طور پر قاضی الحاجات سمجھتا ہے تو یہ شخص ایسا ہی ملحد ومشرک ہے جیسا کہ میت کو قاضی الحاجات اصلی سمجھنے والا۔اگر کوئی شخص ہر معاملے کا فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو جانتا ہے مگر دوا کو نفع وضرر کا سبب، حکماء کو ذرائع صحت امراء وسلاطین کو حصول رزق کا ذریعہ، انبیاء واولیاء کو ان کی ظاہری زندگی میں اور ان کی روحوں کو وصال کے بعد مشکلات

کے حل اور حاجات کی بر آری کا وسیلہ سمجھتا ہے تو ایسا شخص راسخ الاعتقاد مومن ہے۔

4-اس حدیث میں توسل استمداد استغاثہ اور شفاعت کا ثبوت موجود ہے، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ:

علامہ جزری اپنی کتاب حصن حصین میں آداب دعا کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ بنانے اور توسل واستمداد کے بارے میں بہترین دلیل نابینا صحابی والی حدیث ہے۔ اس میں توسل، استمداد، استغاثہ اور شفاعت کا ثبوت موجود ہے۔ حدیث یہ ہے کہ ایک نابینا نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بینائی کے لئے دعا مانگنے کی درخواست کی تو حضور علیہ السلام نے اس کو یہ دعا مانگنے کا ارشاد فرمایا۔ (متن حدیث)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

(کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو کہ نبی رحمت ہیں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی اس حاجت کے بارے میں متوجہ ہوتا ہوں تا کہ پوری ہوجائے اے اللہ انہیں میرا شفیع بنادے۔)

○ ترمذی نے اس کو روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔نسائی وابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔حاکم نے مستدرک میں اس کی شرط شیخین پر تصحیح کی۔بیہقی نے دلائل میں اور ابن حجر نے جوہر منظم کی کتاب ''الدعوات'' میں اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔اور یہ اضافہ کیا کہ فقام وقد ابصر، یعنی وہ کھڑا ہوا تو بینائی حاصل ہو چکی تھی۔

(حصن حصین ص ۲۵، شفاء السقام از سبکی ص ۱۲۳)

صحابہ کرام حاجت مندوں کے لئے اس دعا کو معمول بتاتے تھے اگر بقول بعض محرومین کے۔یہ دعا وقت مخصوص کے ساتھ ہی خاص ہوتی تو صحابہ اس پر عمل نہ کرتے ملاحظہ ہو واقعہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا کہ ایک شخص کو خلافت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک حاجت درپیش تھی مگر حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اس نے اس کی شکایت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کی تو انہوں نے دعائے اعمیٰ کی نشاندہی کی ۔ فقط اس دعا کو پڑھنے سے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسکی طرف متوجہ ہو گئے اور وہ شخص اس دعا کی برکت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ طبرانی نے اپنی ''معجم کبیر'' کی پچاسویں جزو پر زیر ترجمہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتبر اسناد کے ساتھ چند طریقوں سے ثابت کیا ہے ۔ امام بیہقی نے بھی اس کو ثابت کیا۔ ''شفاء السقام'' اور معجم صغیر میں بھی یہ روایت موجود ہے ۔ (شفاء السقام اور مطبوعہ حیدر آباد دکن ص ۱۲۵ اور معجم صغیر مطبوعہ مصر ص ۱۰۳) محدثین اس حدیث کے لئے یوں باب قائم کرتے ہیں کہ ''یہ باب اس شخص کے بارے میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ حاجت ہو'' صاحب حصن حصین یوں فرماتے ہیں جس کو کوئی حاجت ہو تو اچھے طریقے سے وضو کر کے دو رکعتیں نماز پڑھے پھر یہی دعا پڑھے ۔ ملا علی قاری اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ خواہ یہ ضرورت بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف مجبور کرے یا مخلوق میں سے کسی کیطرف۔

۵ ۔ گنہگار کی دعا اگر بارگاہ نبوی میں بھی قبول نہ ہوتی تو پھر کس جگہ قبول ہوتی ؟

حصن حصین کے ص ۲۴ پر ہے کہ اگر نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک پر دعا قبول نہیں کی جاتی ہے تو پھر کس جگہ پر قبول ہوتی ؟ حصن حصین مطبوعہ مصر کے صفحہ ۸۵ پر اس کے تحت لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبریں قبولیت دعا کے لئے

مجرب ہیں۔علامہ ابن عبدالبر ''الاستیعاب جلد دوئم ص ۴۲۸'' پر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ خلافت فاروقی کے عہد میں مدینہ طیبہ میں قحط پڑ گیا۔ایک شخص نے حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے حال پر نظر کرم فرمائیں تو اس شخص کو نبی پاک ﷺ نے خواب میں بارش کی خوشخبری دی۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الاصابہ جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۴ امطبوعہ مصر'' پر اس قصہ کے لئے ابن ابی خیثمہ کا حوالہ دیا ہے۔علامہ شیخ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ ''دعوۃ الحق صفحہ ۷۷ مطبوعہ مصر'' پر فرماتے ہیں کہ اس کو بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔خلاصہ یہ کہ قرون ثلاثہ (جن کی خیر کی گواہی حضور علیہ السلام نے دی ہے) اس دور میں توسل واستمداد کا ثبوت کثرت سے ملتا ہے۔اور ان کا یہ توسل واستمداد حضور پر نور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور صالحین امت سے توسل بھی قرون سابقہ میں معمول رہا۔

۶۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے توسل سے بارش کی طلب کی جاتی ہے!

چوتھی صدی کے امام المحدثین علامہ ابن عبدالبر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ آپ کی قبر فصیل قسطنطنیہ کے قریب ہے آج تک اس کی عظمت مشہور ومعروف ہے۔لوگ وہاں آکر بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے (الاستیعاب جلد اول ص ۱۵۶) علامہ ''ابن الاثیر اسد الغابۃ'' میں لکھتے ہیں کہ ان کی قبر کے ذریعے بارش کی طلب کی جاتی ہے (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۹۰ مطبوعہ

مصر) موئف رسالہ کہتا ہے چوتھی صدی ہجری میں جب قسطنطنیہ نصاریٰ کے قبضے میں تھا تو لوگ اسلام کے ساتھ عداوت کے باوجود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کو معظم ومحترم سمجھتے تھے اوراس کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، ان کی حاجت روائی فرمادیتا تھا۔ مگر افسوس ان اسلام کا دعویٰ کرنے والے بخدیوں پر کہ اکابر صحابہ کرام، اہل بیت عظام، امہات المومنین علیہم الرضوان اور اولیاء امت کے مزارات کو تباہ وبرباد کررہے ہیں اور اصول اسلام کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتے۔

۷۔ امام موسیٰ کاظم کی قبر قبول دعا کے لئے تریاق مجرب ہے!

اشعۃ اللمعات وغیرہ کتب میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک دعا کی قبولیت کیلئے آزمایا ہوا تریاق ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر وہابیہ کو بہت تعجب ہے کہ اتنا بڑا امام یہ کیسے کہہ سکتا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود صلحاء کی قبور خصوصاً مزار امام اعظم رضی اللہ عنہ سے توسل فرماتے تھے چنانچہ علامہ عزالدین بن جماعہ محدث نے اپنی کتاب ''انس المحاضرہ،، اور یونہی امام موفق بن احمد مکی نے ''مناقب امام ابوحنیفہ ص ۱۹۹'' پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

۸۔امام شافعی کا بوقت مشکل امام ابوحنیفہ کی قبر پر دعا مانگنا:

سفیری (شارح بعض مجالس احادیث بخاری) نے عز الدین بن جماعہ محدث کے حوالے سے حضرت علی بن میمون کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ جب کبھی کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی کا سوال کرتا ہوں تو میری مراد جلد ہی پوری ہو جاتی ہے۔

(صلح الاخوان سید داؤد الخالدی ص ۸۳ مطبوعہ بمبئی)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (خیرات الحسان ص ۶۹ مطبوعہ مصر) میں فرماتے ہیں کہ علماء اور ارباب حاجات ہمیشہ ہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر آ کر قضاء حاجات وحصول مقاصد میں توسل کیا کرتے تھے جن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔ جب آپ بغداد میں تھے تو آپ کی قبر پر آئے اور فرمایا کہ میں یہاں سے برکت حاصل کرتا ہوں۔

۹۔معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی قبر حصول شفاء کے لئے تریاق مجرب ہے:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''صفوۃ الصفوۃ'' میں امام ابراہیم

حربی تلمیذ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر تریاق مجرب ہے اور تمام اکابر بغداد میں حضرت معروف کرخی کے بارے میں یہ خبر مشہور و معروف ہے۔ امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ تعالیٰ جو کہ تیسری اور چوتھی صدی کے مشہور محدثین و صوفیاء میں سے ہیں (رسالہ قشیریہ ص ۱۱ مطبوعہ مصر) فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے مستجاب الدعوات مشائخ بھی حضرت معروف کرخی کے مزار پر آ کر شفاء حاصل کرتے تھے۔ اور اہل بغداد کہتے ہیں کہ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ اسی طرح علامہ ابن خلکان نے بھی ''وضیات الاعیان،، جلد دوم ص ۱۳۶ پر لکھا ہے۔

۱۰۔ امام المحدثین ابوبکر بن خزیمہ رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت علی رضا رحمہ اللہ کی قبر پر گریہ اور دعا مانگنا:

امام ابوبکر بن خزیمہ رحمتہ اللہ علیہ (جو بقول امام سبکی مجتہد مطلق اور بحر موجزن ہیں) اپنی کتاب ''طبقات کبریٰ جلد ۲ ص ۱۳۰'' اور امام ذہبی جن کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ ''تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۸۶'' پر لکھتے ہیں کہ جب یہ اکابرین امام خراسان سیدنا حضرت علی بن موسیٰ الرضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر زیارت کے لئے آتے تو نہایت ہی عجز و انکسار کا مظاہرہ کرتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ،'' التہذیب،، جلد ۷ ص ۳۴۸ پر حاکم حوالے سے ابوبکر محمد بن مومل بن حسن بن عیسیٰ رحمہم اللہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ امام المحدثین ابوبکر بن خزیمہ رحمہم اللہ کے ساتھ نکلے جب کہ ابوعلی ثقفی رحمہ اللہ بھی مشائخ کی ایک جماعت کی معیت میں

شریک سفر تھے اور یہ تمام حضرات طوس (مشہد) میں حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری کے لئے جا رہے تھے۔ چنانچہ اس مقدس مقام کا امام ابوبکر بن خزیمہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قدر احترام کیا اور اتنی عاجزی وانکساری اور گریہ وزاری کی کہ ہم حیران رہ گئے۔

مشہور محدث ابو حاتم ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ ''کتاب الثقات،، میں امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ طوس (مشہد) میں قیام کے دوران مجھے کوئی ایسی پریشانی وشدت لاحق نہیں ہوئی جو امام علی رضا کی قبر پر آ کر دعا مانگنے کے بعد دور نہ ہوئی ہو اور میری دعا کو شرف قبولیت حاصل نہ ہوا ہو۔ میں نے اس کا متعدد دفعہ تجربہ کیا ہے (منقول از نسخہ قدیمیہ قلمیہ)

نوٹ:

اس طرح کی بے شمار معتبر روایات قرون اولیٰ سے لے کر آج تک کی اسلامی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو کہ بطور تواتر منقول ہیں کہ اکابر علماء، وصلحاء، ہمیشہ اولیاء اللہ کی قبور پر آتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔ اگر ان تمام روایات کو نقل کیا جائے تو ایک علیحدہ کتاب لکھی جا سکتی ہے مگر اہل انصاف کے لئے یہ کافی ہے اور بے انصاف کے لئے تو دفاتر کثیرہ بھی زیادہ گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

باب (۳)

منکرینِ سماعِ مَوتیٰ کے استدلال کا بطلان

لہٰذا اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ منکرین سماع موتی (۱) اس آیۃ کریمہ سے استدلال پکڑتے ہیں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی — بے شک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

پ ۲۰ سورۃ النمل
آیت ۸۰

اور آیت کریمہ

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ — اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں

پ ۲۲ سورۃ فاطر
آیت ۲۲

۲۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول جس میں قلیب بدر کے مردوں کی سماع کا انکار ہے۔

۳۔ اور حلف کے باب میں فقہاء کا قول کہ اگر کوئی کسی کو کہے کہ میں تیرے ساتھ بات نہیں کروں گا تو مرنے کے بعد بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا۔ یہی تین امور ہیں جن سے منکرین استدلال کرتے ہیں۔

جواب (۱) کفار کو ''زندہ در گور،، سے تشبیہ دی گئی ہے، لہٰذا تم ان کو سنا نہیں سکتے (یعنی ہدایت نہیں دے سکتے مگر جس کو خدا چاہے)

موئف رسالہ کہتا ہے کہ یہ تمام امور درست ہیں نہ آیت قرآنیہ غلط ہیں، نہ قول صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ ہی قول فقہاء۔ لیکن خدا کے لئے اب کچھ دلائل سماع کے قائلین کے بھی توجہ سے سن لیجئے۔ وہ یہ ہیں کہ آیات قرآنیہ سے سماع کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں آیا کہ،

اِنَّ الْاَمْوَاتَ لَا یَسْمَعُوْنَ ''مردے نہیں سنتے،،

، تا کہ اس سے منکرین کا استدلال صحیح ہوتا اور قرآن پاک کی ان آیات شریفہ میں جو، اموات کا لفظ آیا اس سے حقیقتاً مردے مراد نہیں بلکہ مجازاً کفار مراد ہیں اور یہ تشبیہ مردوں کو کفار کے ساتھ عدم اجابت میں دی گئی ہے نہ کہ عدم سماع میں کیونکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کفار بہرے نہیں تھے۔ ان کی سننے کی قوت زائل نہیں ہوگئی تھی بلکہ وہ سنتے تھے مگر مانتے نہیں تھے۔ اور قرآن مجید کی آیتہ مبارک میں ہے۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ (کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں)

پ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۱۸

کسی اہل علم نے یہ نہیں کہا کہ کفار حقیقتاً بہرے، گونگے اور اندھے تھے۔

موئف رسالہ عفی عنہ کہتا ہے کہ لغت عرب میں لفظ سمع اجابت یعنی قبول کرنے کی معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے جیسا "سمع الله لمن حمده،، (اللہ تعالیٰ اس کی بات سنتا ہے جو اس کی حمد کرے) یہاں مراد مطلقاً سننا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا ہے چاہے حمد کرے یا نہ کرے بلکہ اس کا معنی اجابت ہے یعنی اللہ تعالیٰ حمد کرنے والوں کی حمد قبول فرماتا ہے۔ ایسے ہی ہر زبان میں سننا قبول کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کوئی کسی کی نصیحت کو قبول نہ کرے تو یہ کہا جاتا ہے کہ تجھے سو دفعہ کہا ہے مگر تو سنتا ہی نہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

دوش آں نامہربان احوال ما پرسید و رفت
صد سخن گفتیم واز ما یک سخن نشنید و رفت

(گزشتہ شب اس نامہربان (معشوق) نے ہمارے حالات دریافت کیے اور چلا گیا سو مرتبہ کہا مگر اس نے ایک نہ سنی اور چلا گیا) اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ معشوق بہرہ ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ لَا تُسْمِعُ اور مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ میں لفظ مُسْمِعٍ دونوں باب اِفْعَالٌ سے ہیں تو معنی یہ ہوا کہ آپ سنا نہیں سکتے یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ مردے سن نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو نہیں سنا سکتا۔ نیز آیت مقدسہ۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے)

اسی قبیلہ سے ہے۔

جواب (۲) ایک صحابی کا قول نص قرآن اور دیگر صحابہ کے قول کے مقابلہ میں حجت نہیں بن سکتا:

باقی رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک صحابی کا قول نص قرآن اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قول کے مقابلہ میں دلیل و حجت نہیں بن سکتا حضرت عمر اور دوسرے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ بدر کے موقع پر موجود تھے ان سے مردوں کو خطاب کرنا بھی ثابت ہے اور انہوں نے سماع موتی کو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے تسلیم کیا تو پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے استدلال سے کس طرح ان اکابر کے قول و فعل کو لغو (یعنی غلط) قرار دیا جا سکتا ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کو مرنے کے بعد خطاب کرنا ان کے قول مذکور سے رجوع کرنے پر صراحۃً دلالت کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں احادیث صحاح سے بھی سماع موتی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قصہ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ تم مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ مردہ زائر کے جوتوں کی آواز سنتا ہے دوسری

روایت میں ہے کہ مردہ سلام سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔

جواب (۳) مقتدایان وہابیہ سماع موتی کے قائل ہیں،

وہابیوں کے پیشوا ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہاد اور قاضی شوکانی وغیرہ سب ان احادیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے سماع موتی کے قائل ہوگئے۔ دیکھئے ''صارم منکی'' اور ''کتاب الروح از ابن قیم ص ۷۱''۔ مگر عجیب حالت ہے غیر مقلدوں کی کہ ان پیشواؤں کو شیخ الاسلام وغیرہ کے القاب دیتے ہیں۔ ان کی باتوں کو نص قطعی کی مانند جانتے ہیں۔ لیکن بعض عقائد حقہ میں جب وہ ان کے خیالات کے خلاف ہوتے ہیں تو ان کی بات کو جو برابر نہیں سمجھتے۔

کتب حنفیہ کی بعض ضعیف روایات کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں، مگر

اُتْرُکُوْا اَقْوُلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ (حضور کی حدیث کے مقابلے میں میرے قول کو چھوڑ دو)

جیسے اقوال کو وقعت نہیں دیتے۔

احادیث صحاح کی بعید از انصاف، لایعنی تاویلیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن خصوصیت کی بات تو اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب حضور علیہ السلام اپنی امت کو خطاب اموات کا حکم نہ دیتے حالانکہ حضور علیہ السلام نے السلام علیکم اہل الدیار کہنے کا حکم تمام امت کو دیا تو پھر خصوصیت کا معنی کہاں سے سمجھا گیا۔

جواب (۴) اہل ممات کا سننا حیاتی کے معمول جیسا نہیں ہے:

اس مقام پر حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تقریر فرمائی جس کو یہاں ذکر کر دینا لطف سے خالی نہ ہوگا۔ خلاصہ تقریر یہ ہے کہ جب آواز ہوا کے تموج سے کان کے سوارخ کے راستے دماغ تک پہنچتی ہے تو اس سے قوت سامعہ میں ایک حس پیدا ہو جاتی ہے جس کو سماع کہا جاتا ہے۔ یہ سماع مردوں میں مفقود ہوتی ہے۔ کیونکہ جب موت سے حیات ختم ہوتی ہے تو قوائی خمسہ، سمع، بصر، ذوق، لس اور شم یعنی سننا، دیکھنا، چکھنا، چھونا اور سونگھنا بھی معطل ہو جاتی ہیں، تو بلا شبہ مردے اس سمع سے جو معمول حیات ہے نہیں سنتے۔ لہذا آیت کریمہ انک لاتسمع الموتی بجائے خود بلا تاویل صحیح ہے اور انکار صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے مقام پر درست ہے۔ اسی طرح احکام فقہ بھی بجا ہیں۔ مگر ادراک و شعور تو چیز ہی علیحدہ ہے جو کہ روح کا خاصہ ہے چونکہ روح فانی نہیں لہذا اس کے ادراک و شعور کو بھی فنا نہیں بلکہ وہ حیات کی بنسبت اور تیز ہو جاتا ہے لہذا جہاں کہیں بھی احادیث شریفہ میں مردوں کی سماع کا اثبات ہے وہاں سے مراد ادراک و شعور ہے اور حلف و قسم کے باب میں فقہاء کا انکار سماع موتی بنا بر عرف (یعنی ظاہری سننے) کے ہے۔ چنانچہ نفی سماع سے نفی ادراک و شعور لازم نہیں آتی۔

۵۔ تتمہ ءاستمداد (وسیلہ لینے سے منع کرنا دین میں دھوکہ دہی کے مترادف ہے۔)

شیخ الاسلام علامہ حموی حنفی ''نفحات القرب'' میں تحریر فرماتے ہیں جو شخص انقطاع کرامات کے قول کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرے وہ غلطی میں مبتلا اور راہ ہدایت سے بھٹکا ہوا ہے کیونکہ بسبب موت کے کرامات کے منقطع ہوجانے کا قول نہ صرف یہ کہ کتب احناف میں اصولاً اور فروعاً ثابت نہیں بلکہ مذاہب ثلاثہ کی کتابوں میں بھی یہ بات نہیں مل سکتی۔

(نفحات القرب ص ۲۱۶) شفاء السقام اور اسی کتاب ''نفحات القرب'' کے صفحہ ۲۱۸ پر مرقوم ہے کہ۔

اولیاء اللہ کا تصرف موت سے قبل ہو یا بعد، اللہ تعالیٰ کے اذن وارادہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا خلق وایجاد میں کوئی شریک نہیں، نہ ہی لوگ اولیاء سے سوال کرتے وقت اس چیز کا ارادہ کرتے ہیں کہ یہ خالق، موجد یا افعال میں مستقل ہیں کیونکہ اس کا ارادہ تو کوئی عام مسلمان بھی نہیں کرسکتا چہ جائے کہ خواص اس میں مبتلاء ہوں۔ لہذا کلام اس معنی پر محمول کر کے لوگوں کو اس سے منع کرنا دین میں دھوکہ دہی کے مترادف ہے۔

باب (۴)

مسئلہ حقیقت ومجاز

ا۔ وہابی اور نجدی معنی مجازی کوتسلیم نہیں کرتے:

وہابی اور نجدی معنی مجازی استعارہ کوقبول نہیں کرتے اگر کوئی کسی فعل کی نسبت مجازاً بھی کسی کی طرف کردے تو فوراً اس پر کفروشرک کا حکم جاری کردیتے ہیں، جوآیات قرآنیہ کفاراوران کے معبودان باطلہ کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرکے مشرک قرار دیتے ہیں حالانکہ کفار اپنے معبودوں کوتصرف میں مستقل جان کران کی عبادت کیا کرتے تھے اوراس عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے تھے جبکہ کوئی مسلمان اگرچہ وہ عام ہی ہو کسی بزرگ کومعبود اور متصرف بالاستقلال نہیں سمجھتا بلکہ بزرگان دین کی روحوں کوقبل ازموت اور بعدازموت محض بارگاہ خداوندی تک رسائی کاوسیلہ بناتا ہے۔

اب مسئلہ حقیقت ومجاز کی وضاحت آیات قرآنیہ کی روشنی میں ملاحظہ

فرمائیں کہ ایک فعل کو حقیقۃً اللہ تعالیٰ جل شانہ وعز برہانہ، کی ذات کیطرف منسوب کیا جاتا ہے اور پھر اسی فعل کو بطور استعارہ ومجاز بندوں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ حاکم ہے لیکن مجازاً حضور علیہ السلام حاکم ہیں:

ہر کوئی جانتا ہے کہ حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور آیت کریمہ

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (حکم نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا)

پ ۷ سورۃ انعام

آیت ۵۷

اس میں نفی کے بعد اثبات اس کی تخصیص کر رہا ہے مگر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ پ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵

(تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔)

۳۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ روح قبض کرتا ہے مگر مجازاً ملک الموت روح قبض کرتا ہے:

ہر کوئی جانتا ہے کہ زندگی و موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ — وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

پ ۱۱ سورۃ یونس
آیت ۵۶

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا پ ۲۴ سورۃ الزمر
آیت ۴۲

(اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت)

پھر مجازاً اسی فعل کو ملک الموت کی طرف منسوب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ

(تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے)

(پ ۲۱ سورۃ الم سجدہ
آیت ۱۱)

۴۔ شفاء دینے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے

اور حضرت عیسیٰ سے مجازی:

مرض وشفاء اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو حکایتاً بیان فرمایا جا رہا ہے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے)

پ ۱۹ سورۃ شعراء آیت ۸۰

مگر مجازاً اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ (اور میں شفاء دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور برص والے کو اور میں مردہ کو زندہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے)

پ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۴۹

۵۔ اولاد دینے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے

اور حضرت جبرائیل سے مجازی:

اولاد دینے والا حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (کہ میں تجھے پاک باز بیٹا دوں)

پ ۱۶ سورۃ مریم

آیت ۱۹

۶۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مجازاً حضور علیہ السلام مالک ہیں:

مولائے حقیقی اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ قرآن میں ہے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا والی ہے

پ ۳ سورۃ البقرہ

آیت ۲۵۷

اسی حکم کو مجازاً بندوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (تمہارے دوست نہیں مگر اللہ

پ ۶ سورۃ المائدہ اور اس کا رسول)

آیت ۵۵

اور یونہی

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے)

پ ۲۱ سورۃ الاحزاب

آیت ۶

۷۔معاون حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور مجازاً ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہے :

اسی طرح معاون حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے مگر مجازی طور پر بندوں کو ارشاد فرمایا۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو)

پ ۶ سورۃ المائدہ

آیت ۲

بلکہ نیک عمل سے استعانت بھی قرآن پاک میں مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (صبر اور نماز سے مدد چاہو)

پ ۱ سورۃ بقرہ۔آیت ۴۵

۸۔عبد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے اور مخلوق سے مجازی

دین کے ڈاکو اگر لفظ عبد کی نسبت غیر کی طرف سن لیں تو بے دریغ مشرک کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ عبدالنبی اور عبدالرسول وغیرہ ناموں سے انتہائی بیزار ہیں۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ

(اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا)

پ ۱۸ سورۃ نور آیت ۳۲

اس آیۃ مقدسہ سے صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبد کی نسبت غیر کی طرف کر دینا جائز ہے۔

۹۔ حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً غیر اللہ کو بھی رب کہا گیا ہے:

اسی طرح حقیقی رب تو پروردگار عالم ہے مگر مجازاً غیر کو بھی رب کہنا جائز ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ

''اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا''

پ ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۴۲

اورحدیث شریف میں آتا ہے۔

تَلِدُ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا

(لونڈی اپنے مالک کو جنے گی)

تو یہاں آیت میں بادشاہ کو رب اور حدیث میں مالک کو رب کہا گیا ہے۔

۱۰۔ فریادرس اللہ تعالیٰ ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مجازاً مدد مانگی گئی ہے :

مستغاث حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً غیر سے بھی استغاثہ جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ	(تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اسکے دشمنوں سے تھا)
پ ۲۰ سورہ قصص آیت ۱۵	

حدیثِ شفاعت میں ہے کہ لوگ آدم علیہ السلام سے مدد مانگیں گے۔

باب ——— (۵)

نداءِ غائب کی تصریح

ا۔ بوقتِ ضرورت :

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ کہنا!

حصن حصین میں ایک حدیث حسن مذکور ہے کہ جب کوئی مدد کا ارادہ کرے تو یوں کہے۔

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ تعالٰی کے بندو میری مدد کرو)

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ تعالٰی کے بندو میری مدد کرو)

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ تعالٰی کے بندو میری مدد کرو)

اس حدیث میں لفظ یا کے ساتھ نداء غایب اور استمداد کی تصریح موجود ہے۔

۲۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چلا کر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا:

نیز امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ''ادب المفرد'' میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جو کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا تو کسی نے ان سے کہا کہ جو آپ کو تمام لوگوں سے محبوب ہے اس کو یاد کرو۔ تو انھوں نے یوں کہا۔

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے چلا کر کہا۔ یا محمداہ، اگر غائب کو نداء جائز نہ ہوتی تو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کبھی بھی یوں نہ کرتے۔

۳۔نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھنا:

علاوہ ازیں زمانہ نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک تمام مسلمان نماز پنجگانہ میں،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (اے نبی تجھ پر سلام)

کہتے چلے آرہے ہیں۔ غائب کو ندا دینا تو تمام اہل اسلام کا معمول ہوا، اور خود غیر مقلدین بھی ''التحیات'' میں یہی الفاظ پڑھتے ہیں مگر اس کے باوجود یارسُولُ اللہ کہنے والوں کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا پ ۱۵ سورة كهف آیت نمبر ۵

(کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے، نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔)

۴۔ نجدی اہلِ حرمین کو خصوصاً اور تمام امتِ مُسلِمہ کو عموماً مشرک جانتے ہیں،

نجدی اہل حرمین کو خصوصاً اور تمام امت مرحومہ کو عموماً مشرک جانتے ہیں۔اسی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کے مال کو لوٹ لینا ان کے نزدیک جائز ہے۔

حرمین کے مسلمانوں کو شیطان کا پجاری کہتے ہیں۔ حالانکہ اہل حرمین کی شان میں سرکار دو عالم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کی جائے گی۔ دوسری حدیث میں اہل حجاز کو ایمان کی بشارت دی گئی جب کہ سنگدلی و جفا کے بارے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ وہ اہل مشرق میں ہوگی۔اور نجد بھی حجاز کے مشرق میں ہے۔

الفاظ حدیث یہ ہیں۔

غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيْمَانُ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ

(سنگدلی و جفاء مشرق میں اور ایمان اہل حجاز میں ہے)

(صحیح مسلم شریف)

۵۔ وہابی مزار نبوی ﷺ کو صنم اکبر قرار دیتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ میرے بعد لوگ اس کی پوجا کریں اور یقیناً یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے مگر وہابی نجدی مزار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو صنم اکبر قرار دے کر اس کو گرانے کی کوشش میں ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کی کس قدر گستاخی و بے ادبی ہے!!

باب (٦)

اجمال اوراس کی تفصیل

1- تمام جزئیات میں ائمہ کی تصریح ضروری نہیں ہے :

فائدہ:

نجدی پرستوں کی یہ عادت ہے کہ جب اپنی تردید میں پیش کی جانے والی آیات واحادیث کا جواب نہ بن پائے تو کہتے ہیں اپنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے دلیل پیش کرو۔ سماع موتی استمداد عرس اور میلاد شریف وبوسہ قبر پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرو یہ نہایت ہی بے بنیاد اور عامیانہ بات ہے کیونکہ مقلدین مذاہب اربعہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر جزئیہ میں قول امام تلاش کرنا اصول مذہب کے خلاف ہے۔ امتداد زمانہ کے سبب سے روز بروز نئے نئے مسائل فقہیہ پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا حکم علماء وقت قواعد واصول مذہب کی روشنی میں بیان کر دیتے ہیں۔ مذہب حنفی محض امام اعظم، امام ابو یوسف، امام زفر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے

اقوال کا نام نہیں بلکہ مسائل کی جزئیات میں علماء متاخرین کی تنقیدات بھی مذہب حنفی میں داخل ہیں مولانا عبدالحی اپنی کتاب (سعی مشکور ص ۱۶۶) میں فرماتے ہیں کہ تمام جزئیات وفروع میں ائمہ کرام کی تصریح ضروری نہیں۔ کیونکہ حوادث امت کے اختلاف کے اعتبار سے روز بروز علوم بڑھتے رہتے ہیں لہذا جس مسئلہ کے خلاف ائمہ کرام علیہم الرحمتہ کی تصریح موجود نہ ہو اس کے جواز کا ہی حکم کیا جائے گا۔

۲۔ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل احادیث کرتی ہیں:

مولف رسالہ عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ ادلہ قطعیہ میں سلسلہ اجمال وتفصیل موجود ہے قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل احادیث رسول ﷺ کرتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اجمالاً ارشاد ہوا ہے۔

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو)

پ ا سورۃ بقرہ آیت ۴۳

اس کی تفصیل حدیث میں آئی کہ فجر میں دو ظہر میں ۴ رکعت فرض ہیں۔ علی ہذا القیاس، اور قرآن مجید سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قول وفعل کا نص قطعی ہونا ثابت ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (جو کچھ رسول ﷺ عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو)

پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۵۷

۳۔احادیث کے اجمال کی تفصیل صحابہ وتابعین کے اقوال سے ہوتی ہے:

پھر بعض احادیث میں اجمال تھا جس کی تفصیل صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال سے ہوتی ہے اور صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کا نص قطعی کی مانند ہونا مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کا اتباع لازم ہے۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے پھر ان کا زمانہ جو اس سے ملے ہوئے ہیں پھر ان کا جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

۴۔صحابہ وتابعین کے اقوال واجمال کی تفصیل پھر ائمہ مذاہب اربعہ نے کی ہے:

اور پھر ائمہ مذاہب اربعہ نے حوادث زمانہ کے اختلاف کے باعث اصحاب واتباع کے اقوال وافعال کی تفصیل کی جو کہ کتب مذاہب میں اصولاً اور فروعاً مذکور ہے اور قیاس واستنباط کے ادلہ قطعیہ میں سے ہونے پر اجماع ہے قرآن پاک میں ہے۔

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ (تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے ہیں جو کاوش کرتے ہیں)

پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۳

۵۔اقوال ائمہ کے اجمال کی تفصیل علماء امت نے کی ہے جو کہ صاحب استنباط ہیں :

پھر جن اقوال ائمہ میں اجمال تھا یا جن بعض جزئیات مسائل کو ائمہ مذاہب نے ذکر نہیں فرمایا۔ان کی تفصیل علماء امت نے اپنے اپنے امام مذہب کے اصولوں کے موافق فرمائی۔حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔یعنی انبیاء بنی اسرائیل علی نبینا وعلیہم التسلیمات اصحاب شرائع ہیں اور امت مرحومہ کے علماء صاحب فتویٰ واستنباط ہیں۔لیکن علماء امت سے مراد وہ علماء ہیں جو وارثین انبیاء اور نفوس قدسیہ ہیں۔نہ وہ علماء کہ جو دین فروش رہزن اسلام ہیں اور علماء امت کے اقوال بھی حجت قطعی ہیں کیونکہ یہ اصحاب مذاہب کے مقرر کردہ اصولوں کی ہی تفصیل وفرع ہیں۔لہذا ہر جزئیہ وحادثہ میں قول امام کا مطالبہ کرنا عوام کو دھوکہ دہی ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ ھدانا اللہ وایاھم سواء الصراط۔

اصل (۳)

ندائِ غائب اور سماعِ مَوتیٰ

باب (۱)

وہابیہ کے نزدیک نداءغائب شرک ہے :

تیسرا امر جو اہل سنت و وہابیہ کے درمیان مابہ النزاع ہے وہ ہے نداء غائب اور سماع موتی ۔ وہابیہ اور ان کے ہم مشربوں کے نزدیک منادیٰ حاضر جان کر یا فلاں کہہ کے کسی کو غائبانہ نداء کرنا شرک اکبر ہے چاہے حضرت رسول مقبول ﷺ کی روح مبارکہ کو ہی نداء کی جائے ۔ غیر مقلدوں کے امام شوکانی اپنی کتاب ''دار النفید'' میں لکھتے ہیں کہ ''قبروں کی تعظیم،، اور حاجات میں اموات کو مخاطب کرنا کفر ہے،، پھر (تطہیر الاعتقاد مطبوعہ فاروقی دہلی کے ص نمبر (۱۱) پر لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ معاملہ (نداء غائبانہ) کسی زندہ یا مردہ مخلوق سے کرے تو وہ مشرک ہو جائے گا ۔ چاہے وہ مخلوق فرشتہ یا نبی یا ولی ہو، اگر چہ اس کو اللہ تعالیٰ کے وسیلہ سے یا کسی بندہ کے ذریعہ معلوم بھی ہو جائے (منقول از سیف الابرار)

بعض وہابیہ فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ندا یا رسول اللہ ﷺ عاشقانہ ہو یعنی منادیٰ کے سننے کا عقیدہ نہ ہو تو جائز ہے اور اگر اس نیت سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ سنتے ہیں تو کفر ہے ۔

ا۔ وہابیہ کی غائب سے کیا مراد ہے؟

کیا غائب عن النظر یا غائب عن الوجود؟

مولف کا سلف صالحین کو مشرک اور ان کے فعل کو شرک کہنے والے اس گروہ سے یہ سوال ہے کہ غائب سے تمہاری کیا مراد ہے؟

کیا غائب النظر (جو نظر سے غائب ہو) یعنی جو تمہاری نظر سے اوجھل ہے یا غائب الوجود یعنی معدوم جو دراصل وجود نہ رکھتا ہو۔ اگر پہلا مطلب مراد لیتے ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو نداء کرنا بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی

آیۃ کریمہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (آنکھیں اسے احاطہ نہیں کر سکتیں)

پ ۷ سورۃ انعام

آیت ۱۰۴

کے مطابق تمہاری نظروں سے غائب ہے۔ مخلوق اس جہان میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت نہیں رکھتی۔ بلکہ وہابیہ تو بہشت میں بھی دیدار الٰہی کے منکر ہیں۔

(عقیدہ نمبر ۲۰ ثنائی در کتاب سیف الابرار)

اور اگر دوسرا مطلب یعنی غائب سے مراد معدوم لیتے ہو تو پھر ارواح انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام علیہم الرضوان کہاں ومعدوم ہیں؟ ان کی حیات، وجود، تصرف

شعور اور ادراک تو ہم گزشتہ صفحات میں علماء فریقین کے اقوال سے ثابت کر چکے ہیں۔ تفصیل کے لئے اصل سابق ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ ارواح کی قوت تصرف کا ثبوت:

اگر یہ کہو کہ ارواح کی زندگی اور ادراک وشعور کو تو ہم مانتے ہیں مگر انہیں قوت تصرف نہیں تو اس کی تردید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کر رہا ہے۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (پھر یہ سب کام کی تدبیر کرنے والی ٹولیوں کا قسم ہے)

پ ۳۰ سورۃ النٰزعٰت آیت ۵

مفسرین کرام خصوصاً قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں مدبرات سے مراد فرشتے اور ارواح صالحین ہیں۔ چنانچہ تدبیر امور جب قرآن مجید سے ثابت ہوگئی تو تدبیر امور عین تصرف ہے۔ نیز ارواح مجردات کے قبیلہ سے ہیں اور ان کا تصرف عالم میں اللہ تعالیٰ کے امر و اذن سے ہوتا ہے جیسا کہ تصرفات ملائکہ یعنی فنا کرنا، موجود کرنا، زندہ کرنا اور مار دینا قرآن پاک میں مذکور ہیں۔

۳۔ جنوں اور شیطانوں کی قوت تصرف:

بلکہ یہاں تک کہ جنوں اور شیطانوں کا عالم میں تصرف بھی ثابت ہے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں آپ کا جنوں سے خدمات شاقہ حاصل کرنا یوں مذکور ہے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (پ ۲۲ سورہ سبا آیت ۱۳) (اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں)

اس قصہ کو انصاف و فکر کی نظر سے دیکھیں۔

۴۔ ہوا کی قوت وتصرف :

اور اس سے بھی نیچے اتر کر ہم کہتے ہیں کہ اس عالم میں متعدد اشیاء ایسی بھی ہیں جن کا وجود نظر سے غائب ہے۔ مگر ان کا تصرف محسوسات کی بہ نسبت ہے۔ مثلاً ہوا نظر سے غائب ہے لیکن بڑے بڑے پہاڑ مضبوط عمارات اور عظیم درخت اس کی قوت سے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ قوم عاد جیسے بڑی بڑی جسامت کے آدمی بھی صرصر نامی ہوا کی قوت وتموج سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔

۵۔ نظر اور جادو کی قوت تصرف :

نظر، جادو اور جفر وغیرہ میں بھی عجیب تصرفات موجود ہیں۔ اگر چہ ان کے اثر کا موجد قادر مطلق ہے مگر بظاہر یہ افعال اسباب کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ جب ان تمام تصرفات کو یہ لوگ قبول کرتے ہیں تو پھر تصرفات ارواح کو کیوں رد کرتے ہیں؟ اگر وہ اذن الٰہی سے ہیں تو یہ تصرفات ارواح بھی اذن الٰہی سے ہیں اور اگر ان تمام تصرفات کا انکار کریں تو یہ قرآن مجید سے مقابلہ وتصادم ہے اور اگر یہ

کہیں کہ ان اشیاء کے تصرفات تو قرآن سے ثابت ہیں مگر ارواح صلحاء کے تصرفات کا ذکر قرآن میں نہیں تو میں یہ کہوں گا مذکورہ بالا آیت کریمہ "فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا" کو کیوں بھول گئے ہو۔

٦۔ ایک عام مقلد کا غیر مقلد مولوی سے مناظرہ:

اس مقام پر ایک غیر مقلد مولوی اور ایک عام مقلد کے مناظرہ کا ذکر لطف سے خالی نہیں ہوگا۔ قوم بلوچ کے ملا ابراہیم نامی ایک شخص نے مؤلف کو بتایا کہ پنجاب کا ایک غیر مقلد مولوی کوئٹہ بلوچستان میں وعظ کرنے آیا تو مسجد میں سامعین کے اجتماع کو دیکھ کر میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ مولوی صاحب نے دوران تقریر کہا کہ ہر شخص چاہے نبی ہو یا ولی مرنے کے بعد نفع ونقصان کسی کو نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ وہ مر کر مٹی ہو جاتا ہے اور مٹی سے نفع ونقصان غیر متصور ہے۔ میں نے کہا مولوی صاحب انبیاء علیہم السلام کی حالت حیات میں معجزات تھے یا نہیں اور اولیاء کرام کی کرامات تھیں یا نہیں تو اس نے کہا کہ ہاں تھے تو میں نے کہا پھر وہ معجزات وکرامات کہاں گئے۔ اس پر اس نے کہا کہ مرنے سے مسلوب ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور عام مومنین اگر موت سے انبیاء علیہ السلام کے معجزات اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی کرامات مسلوب ہو جاتی ہیں تو عام مومنین جن کے پاس سوائے ایمان کے کچھ ہوتا ہی نہیں ان کا ایمان بھی مسلوب ہو جاتا ہوگا۔ کیونکہ اگر موت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ سے نعمت کو سلب کر لیتی ہے تو پھر عوام سے کیوں نہیں نعمت کو سلب

کرے گی۔ مولوی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔اور اپنی جماعت کے افراد کو کہا کہ وہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیں اور کہا کہ اس شخص نے میری طبیعت خراب کر دی ہے۔فقیر نے اس قصہ کو اپنے رسالہ ''تہلیلہ'' میں وضاحت سے لکھا ہے۔ہوسکتا ہے الفاظ میں تغایر ہو مگر مضمون ایک ہی ہے۔

(نوٹ:۔چونکہ نداء غائب کے بارے میں دلائل اور روایات سلف صالحین اکثر وہی ہیں جن کا ذکر اصل سابق یعنی اثبات استمداد میں گزر چکا ہے اس لئے ان کو یہاں دوبارہ ذکر کر کے کلام کو طول نہیں دیا گیا۔)

حدیث اعمی ، حدیث یا عباد الله اعینونی ،حدیث زیادة القبور، بلفظ السلام علیکم اور اثر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ تمام پہلے تفصیلاً مذکور ہو چکی ہیں۔

باب (۲)

مقلدین کے یقین کی پختگی کے لئے

چند احادیث وروایات:

اس اصل میں ان احادیث رسول ﷺ کو ذکر کیا جائے گا جو زیارۃ القبور خصوصاً زیارت روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام موتی کے زائرین کو جاننے اور اپنے زائرین کے سلام کا جواب دینے کے بارے میں ہیں جو کہ خاتمۃ المحققین علامہ احمد بن حجر الہیتمی المکی کی تصنیف ''جوہر منظم فی زیادہ قبر النبی المکرم'' اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور سے منقول ہیں۔

واضح رہے کہ اس سلسلے میں احادیث وروایات صالحین کا ذکر برادران اسلام مقلدین کے یقین کی پختگی کے لئے ہے ورنہ غیر مقلدین تو ان تمام

احادیث کوضعیف، موضوع کہیں گے اور اقوال مشائخ وعلماء امت بھی ان پر حجت نہیں بن سکتے۔

کیونکہ انہوں نے تو اپنی کتب میں مقلدین کو کافر ومشرک قرار دیا ہے۔ دیکھیں کتاب ''تحقیق الکلام'' تصنیف غلام علی قصوری اور ''ظفر المبین'' اور ''اعتصام السنۃ'' ص ۳۲ پر ہے کہ یہ چار مذاہب اور خاندان قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کافر ومشرک اور بدعتی ہیں۔ اخبار اہلحدیث، لوامع الانوار اور معیار التقلید میں بدیع الزمان لکھتا ہے کہ تقلید شخصی شرک وبدعت اور گندگی سے بدتر ہے۔ (منقول از کتاب سیف الابرار اور اباطیل وہابیہ)

ا۔ احادیث نبوی ﷺ منحصر صحاح ستہ اور موطاین میں منحصر نہیں ہیں :

فائدہ: حضرت رسول اکرم ﷺ کی احادیث محض صحاح ستہ، موطا امام محمد اور موطا امام مالک رحمہا اللہ میں منحصر نہیں بلکہ کتب احادیث کے مصنفین (شکر اللہ تعالی سعیہم) اسی حدیث کو اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے جو آئمہ حدیث کی مقرر کردہ ان شرائط کے موافق ہوتی جو سند اور راویان حدیث کے بارے میں ہیں۔ جو حدیث ان شرائط کے موافق نہ ہوتی اس کو ذکر نہ کرتے۔ چنانچہ صحیح بخاری (جو کہ اصح الکتب ہے) کے مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے چند لاکھ احادیث میں سے ان احادیث کا انتخاب کیا جو کہ صحیح بخاری میں مذکور ہیں۔ یہی حال دیگر مصنفین کا

ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب مشہورہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح ہیں (سوائے اکادکا احادیث کے) کوئی بھی ضعیف وموضوع حدیث ان میں موجود نہیں مگر یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے علاوہ ساری کائنات میں کوئی صحیح حدیث ہی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام منصب تبلیغ پر فائز تھے۔روزانہ ہزاروں احادیث ارشاد فرماتے تھے لہذا جس کسی کو کوئی حدیث سند صحیح کے ساتھ موصول ہوئی اس نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کردیا۔

۲۔ائمہ مذاہب کا زمانہ کتب احادیث کے مصنفین کے زمانے سے پہلے کا ہے:

اور آئمہ مذاہب اربعہ کا زمانہ کتب احادیث کے مصنفین کے زمانہ سے پہلے ہے اس لئے امام بخاری تک اگر کوئی حدیث سند صحیح سے نہ پہنچی ہو اور انہوں نے اس وجہ سے اس کو اپنی کتاب میں ذکر نہ فرمایا ہو یا اس کے مقابل کوئی حدیث ذکر کردی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ رضی اللہ عنھم تک بھی سند صحیح سے نہ پہنچی ہو۔ائمہ کرام کا زمانہ خیر القرون سے ہے جب کہ وسائط بہت کم تھے۔ لوگ صاحب تقویٰ وصلاح تھے۔ان کے زمانے میں جھوٹ اور افترا شاذ ونادر ہی تھا۔چنانچہ اصحاب مذاہب نے ان احادیث صحیحہ پر مذاہب کی بنیاد رکھی۔

اب اگر وہ احادیث مصنفین کتب احادیث کو سند صحیح سے موصول نہ ہوئی ہوں تو اس میں اصحاب مذاہب پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

۳۔ اصحاب صحاح، احادیث کے جامع ہیں اور اصحاب مذاہب ناقدین:

اس مضمون کو شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''فتح المنان فی اثبات مذہب النعمان'' میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ طالب تفصیل کو وہاں ملاحظہ کرنا چاہیے انصاف تو یہ ہے کہ اصحاب صحاح، احادیث کے جامع ہیں اور اصحاب مذاہب ناقدین یعنی اصحاب صحاح عطاروں کی طرح ہیں جو مفردات کو جمع کرتے ہیں اور اصحاب مذاہب طبیبوں کی مانند ہیں جو ان مفردات کے فوائد کو شناخت کرتے ہیں اور ہر مریض کے مزاج کے مطابق ان مفردات کو جمع کر کے ایک ایسا معجون تیار کرتے ہیں جو اس مریض کے لئے باعث شفاء بنتا ہے۔

۴۔ حضور علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے آپ کے حوالے کر دیئے:

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''جوہر منظم'' کی فصل ششم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زائرین کے درجات احوال، قلوب اور اعمال کے اختلاف کو جانتے ہیں۔ ہر ایک کی اس کے حال کے مناسب امداد فرماتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ایسے خلیفہ ہیں کہ اس نے اپنے کرم ونعمت کے خزانے آپ کے ہاتھ مبارک میں دے دیے اور آپ کے ارادہ کے تحت فرما دیئے جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ آپ کے

وسیلہ جلیلہ کے بغیر کوئی بھی بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔اس بارے میں اگر کسی کا نفس اس کو دھوکہ دے تو یہ اس کی محرومی اور خسارے کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ کسی بزرگ صالح نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابن سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے میرے طریقہ ووسیلہ سے ہٹ کر خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہا تو میں نے اسے منقطع کر دیا اسی بناء پر بعض محققین نے ابن سینا کے لئے کفر اور دائمی بد نصیبی کا قول کیا ہے۔

۵۔زیارتِ روضۂ رسولُ اللہ ﷺ کی فضیلت

(احادیث نمبر ا۔۲۰)

اسی کتاب ''جوہرِ منظم،، کی فصل دوم ص ۲۲ پر فرماتے ہیں کہ زائر کی فضیلت کے متعلق متعدد احادیث صحیحہ وغیرہ گزر چکی ہیں، جن کو کثرت فوائد وزیارت منافع کی غرض سے یہاں ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ا۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔	جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

یعنی ایسے وعدہ صادق کے ساتھ ثابت ہوئی جس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

باوجودیکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت میں زائر وغیر زائر تمام شامل ہیں

مگر پھر بھی اس حدیث میں زائر کے لئے شفاعت واجب ہونے کی تخصیص فرمانا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اس کے لئے مخصوص شفاعت ہوگی جو اس کے عظیم عمل (زیارت) کے مناسب ہوگی۔ چاہے وہ نعمتوں کی زیادتی کی صورت میں ہو۔ یا قیامت کے روز کی دہشت میں تخفیف کردی جائے۔ یا اس زمرے میں داخل ہو جائے جو حساب سے بری ہیں یا جنت میں بلند، درجات حاصل ہو جائے یا شہود وزیارت الٰہی میں زیادتی نصیب ہو جائے۔ یا اس کے علاوہ وہ کچھ عطا ہو جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اس کا خیال آیا ہو۔ یہ سب اس وقت ہے جب شفاعت سے مراد مخصوص شفاعت لی جائے جو اس کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہو۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ شفاعت سے مراد تو عام ہو جو اس کے غیر کو بھی حاصل ہو مگر اس کو زیادۃ کے سبب سے حاصل ہونے والی شفاعت کی بنا، پر منفرد بیان کیا گیا ہو۔

اور اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ زیادۃ قبر انور کی برکت سے مستحقین شفاعت میں داخل ہو جائے گا تو اس میں بشارت ہے اس بات کی کہ وہ مسلمان ہو کر مرے گا۔ اس صورت میں حدیث پاک میں اسلام پر وفات پانے کی بھی مقدر نہ ہوگی وگرنہ ذکر زیارت بے معنی ہو جائے گا کیونکہ اس قسم کی عام شفاعت کے لئے تو صرف اسلام ہی کافی ہے۔

بخلاف پہلی دونوں صورتوں کے کہ ان میں شرط مانی جائے گی اور شفاعت حضور علیہ السلام کیطرف مضاف ہونے سے ان کی عظمت وجلالت معلوم ہوتی ہے

کیونکہ شفاعت کی عظمت شفیع کی عظمت سے ہوتی ہے تو چونکہ حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کوئی عظمت والا نہیں ہے لہذا ان کی شفاعت سے بڑھ کر کسی کی شفاعت بھی عظیم نہیں ہو سکتی۔

۲۔ مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

۳۔ مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

جو اس حال میں میری زیارت کے لئے آیا کہ سوا میری زیارت کے کوئی اور حاجت اسکو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

۴۔ مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا کَانَ لَهٗ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

جو میری زیارت کو آیا۔ اللہ تعالی پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بن جاؤں۔

تنبیہ:۔ خلاصہ یہ کہ عظیم ثواب یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم شفاعت کا حصول اسی کو مل سکتا ہے جو صرف زیارۃ ہی کی غرض سے آئے۔ اس کے ساتھ کسی اور امر کی نیت نہ ہو۔

۵۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ۔

(جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ اس شخص طرح ہے جس نے حیات میں میری زیارت کی)

۶۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدُ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ وَصُحْبَتِیْ۔

جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے میری زندگی اور صحبت میں زیارت کی۔)

۷۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ۔

(جس نے حج کیا اور میری مسجد میں بعد از وفات میں زیارت کی وہ اس کی مثل ہے جس نے میری زندگی میں زیارت کی)

۸۔ مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْشَهِيْدًا۔

جس نے مدینہ طیبہ میں آکر میری زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا (یا فرمایا) شاہد ہوں گا۔)

۹۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ اَوْقَالَ مَنْ زَارَنِیْ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْشَهِيْدًا وَمَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِی الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(جس نے میری قبر کی زیارت کی (یا فرمایا) جس نے میری زیارت کی۔ میں اس کے لئے شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو شخص حرمین میں سے ایک میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل اس کو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا)

۱۰۔ مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا كَانَ فِیْ جِوَارِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(جس نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا)۔

یعنی اس طور پر میری زیارت کی کہ سوائے زیارت کے اور کسی شئے کی نیت نہ کی ہو جیسا کہ اوپر اس بارے میں حدیث گزر گئی ہے کہ۔ مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِیْ الخ الحديث

۱۱۔ مَنْ سَكَنَ الْمَدِيْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَآئِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جس نے مدینہ طیبہ میں سکونت کی اور اس کی تکالیف پر صبر کیا قیامت کے روز میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

۱۲۔ مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ وَمَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین میں سے کسی ایک میں مرا اس کو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

۱۳۔ مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ فَزَارَ قَبْرِيْ وَغَزَا غَزْوَةً وَّصَلّٰى فِيْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ يَسْأَلْهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْهِ.

(جس نے حج اسلام کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور کسی جہاد میں شریک ہوا اور بیت المقدس میں نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اس سے ان چیزوں کے بارے میں سوال نہیں فرمائے گا جو اس پر فرض ہوئیں۔

۱۴۔ مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ وَاَنَا حَيٌّ وَّمَنْ زَارَنِيْ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی درآں حالیکہ میں زندہ ہوں اور جس نے میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

۱۵۔ مَنْ مَاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ زَارَنِيْ مُحْتَسِبًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَانَ فِيْ جِوَارِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جو حرمین میں سے کسی میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں سے اٹھایا جائے گا اور جس نے ثواب کی نیت سے مدینہ طیبہ میں آ کر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔

۱۶۔ مَنْ زَارَنِيْ مَيِّتًا فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ حَيًّا وَمَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ لَهٗ سَعَةٌ ثُمَّ لَمْ يَزُرْنِيْ فَلَيْسَ لَهٗ عُذْرٌ

جس نے حالت وصال میں میری زیارت کی گویا اس نے حالت حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت میں میری شفاعت ثابت ہوگئی اور کوئی بھی میرا امتی ایسا نہیں کہ جس کو طاقت ہو اور پھر میری زیارت نہ کرے تو اس کے لئے کوئی عذر نہ ہوگا۔

١٧۔ مَنْ زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی و من زارنی حتی ینتهی الی قبری کُنتُ لهٗ یوم القیامة شہیدا اوقال شفیعا۔

جس نے میرے وصال کے بعد زیارت کی وہ اس کی مثل ہے جس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی یہاں تک میری قبر تک پہنچا قیامت کے دن میں اس کا گواہ ہوں گا (یا فرمایا) اس کا شفیع ہوں گا۔)

١٨۔ مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَهٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ۔

(جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارت کی اس کے لئے دو مقبول حج لکھے گئے۔)

١٩۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ لَّمْ یَزُرْ قَبْرِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔

(جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر جفا کی۔)

۲۰۔ مَنْ اَتَی الْمَدِیْنَةَ زَائِرًا اِلَیَّ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ اٰمِنًا

جو میری زیارت کرنے کے لئے مدینہ طیبہ میں آیا اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن ثابت ہوگئی اور جو کوئی حرمین میں سے کسی ایک میں مرگیا امن والوں سے اٹھایا جائے گا۔)

(انتہی)

مولف کہتا ہے کہ شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالی کا زیارت کے متعلق متعدد روایات ذکر فرمانا باوجود مقاربت لفظی ومعنوی کے شاید اس لئے ہے کہ زیارت متقدس کی تاکید وتائید ہو کیوں کہ بعض احادیث سے بعض کی تاکید وتائید ہوتی ہے۔

۶۔ اہل قبور کا زیارت کرنے والوں کو پہچاننا اور ان سے انس حاصل کرنا: (احادیث نمبر ۱۔۹)

اب اسی سلسلے میں کچھ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اقوال سلف صالحین علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ مذکور اپنی کتاب ''شرح الصدور فی احوال الموتٰی والقبور'' میں لکھتے ہیں۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَعِلْمِ الْمَوْتٰى بِزُوَّارِهِمْ وَرُؤْيَتِهِمْ لَهُمْ۔

یہ باب قبروں کی زیارت اور مردوں کے اپنے زائرین کو جاننے اور دیکھنے کے بارے میں ہے:۔

1- ابن ابی الدنیا نے ''کتاب القبور'' میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان جب اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کے لئے آتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

2- ابن ابی الدنیا نے ''کتاب القبور'' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب کوئی شخص کسی ایسے کی قبر سے گزرتا ہے جس کو یہ پہچانتا ہے اور سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور اگر ایسے کی قبر سے گزرے جس کو یہ نہیں پہچانتا اور سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

3- ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''الاستذکار والتمہید'' میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی شخص اپنے مومن کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

4- ابن ابی الدنیا "کتاب القبور" میں اور صابونی الماء تین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے مسلمان کی قبر سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کہتا ہے تو وہ قبر والا بھی اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

5- عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں قبرستان سے گزرتا ہوں، کوئی ایسا کلام ہے جو میں مردوں سے کیا کروں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

یوں کہا کرو:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَّاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔

اے قبر والے مسلمانو! اور مومنو تم پر سلام، تم ہمارے پیشرو ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور بے شک انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ سنتے ہیں تو فرمایا کہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے ابو رزین رضی اللہ عنہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کی تعداد کے مطابق فرشتے تم کو جواب دیں اور جواب کی عدم استطاعت سے مراد یہ ہے کہ ایسا جواب نہیں دے سکتے ہیں جس کو انسان اور جن سن سکیں ورنہ جواب تو وہ ضرور دیتے ہیں۔ جو سنا نہیں جاتا۔

6- احمد و حاکم نے بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ وہ فرماتی ہیں میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تو چادر اتار دیتی کہ اس میں ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد بکر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا تو میں ان سے حیا کرتے ہوئے کپڑا اوڑھ کر داخل ہوتی۔

7- طبرانی اوسط میں ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ احد سے واپسی پر حضرت مصعب بن عمیر اور اس کے ساتھیوں رضوان اللہ علیہم کی قبور پر ٹھہرے اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہو اور اے لوگوان کی زیارت کرو اوران کو سلام کرو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جو بھی قیامت تک ان کو سلام کرے گا یہ اس کا جواب دیں گے۔

8- اربعین طائیہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مروی ہے کہ میت کو سب سے زیادہ انس اس وقت ہوتا ہے جب اس کا کوئی دنیا میں محبوب دوست اس کی زیارت کو آتا ہے۔

9- ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ''شعب'' میں بروایت محمد بن واسع بیان کیا کہ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ میت کو جمعہ، اس سے ایک دن قبل اور ایک دن بعد اپنے زیارت کرنے والوں کا علم ہوتا ہے۔

10- مذکورہ بالا حضرات نے ضحاک سے روایت کی کہ جب کوئی ہفتہ کے دن طلوع آفتاب سے پہلے کسی کی زیارت کرتا ہے تو میت کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر ہوتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جمعہ کی شرافت کی وجہ سے (یعنی ابھی تک جمعہ کے اثرات باقی ہوتے ہیں)۔

باب (۳)

قبر میں روح کا اپنے جسم میں واپس لوٹنا

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبر میں روح کا اپنے جسم میں واپس لوٹنا صحیح روایات سے تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔ اور شہداء کا تو مقام ہی بہت اونچا ہے۔ محل نظر تو صرف یہ بات ہے کہ وہ ارواح ان جسموں میں باقی رہتی ہیں یا نہیں اور یہ زندگی دنیاوی زندگی کی مانند ہے یا اس سے مختلف جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کیونکہ زندگی کے لئے روح کا لازمی ہونا امر عقلی نہیں بلکہ امر عادی ہے۔ لہٰذا اگر اس بات پر کوئی دلیل قطعی قائم ہو جائے کہ قبر میں جسم کو دنیاوی زندگی کی مثل زندگی مل جاتی ہے تو تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ عندالعقل یہ جائز ہے۔ چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے اسی کو

لیا ہے۔یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا بھی اسی پر شاہد ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا ہی کام ہے۔یوں ہی انبیا علیہم السلام کی وہ صفات جن کا تذکرہ شب معراج میں ہے۔اسی کا تقاضا کرتی ہیں کیونکہ وہ تمام صفات جسم ہیں۔ مگر اس زندگی سے جسمانی عوارض مثلاً کھانے پینے وغیرہ کا پایا جانا لازم نہیں بلکہ ان کے احکام بدل جاتے ہیں۔ہاں جاننا اور سننا وغیرہ ادراکات کا ثبوت شہداء وغیر شہداء کے لئے ضرور ثابت ہوتا ہے۔

۱۔انبیاء کے ارواح شہداء کی طرح زندہ ہیں:

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حیات شہداء میں اختلاف ہے کہ یہ فقط روح کے لئے یا جسد مع الروح کے لئے ہے اور حیات جسمانی کا معنی یہ ہے کہ وہ گلتا سڑتا نہیں ہے۔بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح وفات کے بعد واپس لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

۲۔ارواح کی دو قسمیں (منعمہ اور معذبہ)

ابن قیم نے ارواح کی باہمی زیارت و ملاقات کے مسئلے میں کہا کہ ارواح کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) منعمہ (۲) معذبہ

معذبہ وہ روحیں ہیں جن کو ملاقات و باہمی زیارت کی اجازت نہیں اور منعمہ وہ ہیں جن کو آزادی ہے۔وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں۔دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر بحث کرتی ہیں۔اور اہل دنیا کے افعال و احوال پر گفتگو کرتی ہیں۔ہر انسان اپنے ہم مثل کی روح کے ساتھ ہوتی ہے۔ہمارے رسول مقبول ﷺ کی

روح رفیق اعلیٰ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

(جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے اور یہ کیا ہی اچھے دوست ہیں۔)

پ ۵ سورہ النساء،

آیت ۶۹

یہ ساتھ دنیا میں بھی ہے، برزخ میں بھی اور آخرت میں بھی انسان ان تینوں مقامات (ادوار) میں اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے اس کو محبت ہوئی۔

۳۔ شہدا زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

(جو لوگ فی سبیل اللہ قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔)

پ ۴ سورہ آل عمران

آیت ۶۹

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ زندہ بھی ہوں اور مردہ بھی ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبور میں اللہ تعالیٰ کا انہیں رزق دینا ممکن ہے بایں صورت کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدن کے کسی حصہ میں روح ڈال دے۔ جس سے وہ نعمت ولذت کو محسوس کریں۔ جیسا کہ جسم کے کسی حصہ میں گرمی یا سردی کا اثر ہو تو پورے جسم پر اس کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کی حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کے جسموں کے جوڑ نہیں کھلیں گے اور نہ ہی وہ گلیں سڑیں گے تو گویا وہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں۔

ابو حیان نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ حیاتِ شہداء میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ارواح باقی رہتی ہیں اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے مشاہدے میں آتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شہداء کی روح اور جسم دونوں زندہ ہیں اور ہمارا عام شعور اس بارے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ.

(پ ۲۰ سورہ النمل آیت ۸۸)

(تم پہاڑوں کو جما ہوا دیکھو گے حالانکہ وہ بادل کی طرح چل رہے ہوں گے۔)

یا جس طرح سونے والے کو ہم ایک ہی حالت میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ آرام و تکلیف ہر چیز کو محسوس کرتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ (بلکہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں)

پ ۲ سورۃ بقرۃ آیت ۱۵۴

گویا اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ شہداء اور غیر شہداء کی حیات میں یہی تو فرق ہے۔اگر شہید کی زندگی سے مراد روحانی زندگی لی جائے تو پھر اس میں اور دوسروں میں فرق و امتیاز کیا رہے گا۔اور "بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" (بلکہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں) کی قید کا کیا فائدہ رہ جائے گا۔اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو بذریعہ کشف اس حیات کا مشاہدہ بھی کرادیتا ہے۔

۴۔ایک شہید کا قبر میں قرآن پاک کا پڑھنا:

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بعض صحابہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے کسی جگہ قبر کھودی تو ایک روشندان سا وہاں کھل گیا۔وہاں ایک صاحب تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے قرآن پاک رکھا ہوا تھا جس کو وہ پڑھ رہے تھے اور سامنے ہی ایک سبز روضہ تھا یہ احد کا واقعہ ہے۔یہ شخص شہید تھے کیونکہ ان کے چہرے پر زخم موجود تھے۔ابو حیان نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

۵۔ایک بزرگ کا قبر میں قرآن پاک پڑھنا:

اس سے ملتا جلتا واقعہ یافعی نے "روضۃ الریاحین" میں نقل کیا کہ ایک صالح بزرگ کہتے ہیں۔میں ایک شخص کی قبر پر موجود تھا اور اس کی لحد کو برابر کر رہا تھا تو اس سے متصل دوسری قبر سے ایک اینٹ ہٹ گئی تو اچانک دیکھا کہ وہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کی گود میں قرآن پاک تھا جو سونے سے لکھا ہوا تھا اور وہ تلاوت فرمارہے تھے۔انہوں نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے کیا قیامت آگئی ہے۔میں نے کہا کہ نہیں

تو فرمایا کہ اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھ دو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ تو میں نے اس اینٹ کو وہیں رکھ دیا۔

۶۔ قبر کھودنے والے کا بے ہوش ہو جانا:

یافعی نے ہی بعض ثقہ حضرات سے قبر کھودنے کا ایک اور واقعہ بھی نقل کیا کہ ایک شخص نے قبر کھودی تو اچانک ایسے ایک انسان پر نظر پڑی جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور ہاتھوں میں قرآن پاک لے کر پڑھ رہا تھا اور اس کے نیچے ایک نہر جاری تھی۔ تو وہ قبر کھودنے والا بے ہوش ہو کر گر پڑا اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا۔ تیسرے دن اسے ہوش آیا۔ (پھر اس نے سارا واقعہ سنایا۔)

۷۔ میت کا بولنا:

شیخ نجم الدین اصفہانی نے حکایت بیان کی کہ میں ایک شخص کی تدفین کے موقع پر حاضر تھا۔ جب ایک شخص میت کو تلقین کرنے کے لئے بیٹھا اور کلمہ کی تلقین کرنے لگا تو میت کہنے لگی کہ اے لوگو کتنا تعجب ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔

۸۔ میت کا قبر میں کلمہ طیب پڑھنا:

ابن رجب نے اپنی سند سے معافی بن عمران کے بارے میں نقل کیا کہ ان کی قبر پر ایک شخص تلقین کرتے ہوئے پڑھ رہا تھا لا الٰہ الا اللہ تو معافی بھی قبر سے پڑھ رہے تھے لا الٰہ الا اللہ۔

۹۔ میت کا کہنا کہ میں اہل جنت سے ہوں:

یافعی نے بروایت محب طبری بیان کیا کہ میں شیخ اسماعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدیہ میں تھا۔ شیخ نے مجھ سے کہا اے محب تم مردوں کی سماعت پر یقین رکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ قبر والا مجھے کہتا ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوں۔

۱۰۔ ایک گانے بجانے والی عورت کی مغفرت:

شیخ اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک دفعہ یمن کے کسی قبرستان سے گزرتے ہوئے وہ بہت روئے اور پھر کچھ دیر بعد ہنسنا شروع کر دیا۔ آپ سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے بذریعہ کشف ان قبور والوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا تو میں نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے روتے اور گڑگڑاتے ہوئے فریاد کی مجھے کہا گیا کہ تمہاری شفاعت ان کے بارے میں قبول ہے اور اس قبر والی ایک عورت نے کہا کہ اے فقیہ اسماعیل کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔ میں فلاں گانے بجانے والی عورت ہوں تو میں نے کہا کہ ہاں تو بھی ان میں سے ہے اور مجھے اس کی اس بات پر ہنسی آئی۔

۱۱۔ مردہ کا ہاتھ اٹھا کر انگلی بلند کرنا:

شیخ عبدالغفار نے "الوحید" میں لکھا ہے کہ ہمیں قاضی علاء الدین صاحب شرف الدین نے بتایا کہ شیخ معین الدین جبریل ہمارے ساتھ تھے اور قاہرہ میں داخل

ہونے سے پہلے ان کا وصال ہوگیا۔ جب ان کی میت کو لے کر ہم قاہرہ میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے روک لیا کہ ہم مردوں کو شہر میں داخل ہونے نہیں دیتے اس پر شیخ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور انگلی کو بلند کیا تو ہم شہر میں داخل ہو گئے۔

۱۲۔ انگریز کا گھوڑے سے اتر کر شہید کا چہرہ چومنا:

یافعی نے بروایت زین الدین البوشی نقل کیا کہ فقیہ عبدالرحمٰن نوری منصورہ میں تھے دشمنوں نے مسلمانوں کو قیدی بنالیا تھا اور فقیہہ عبدالرحمٰن نوری قرآن پاک پڑھ رہے تھے انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی کہ،

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا	(اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا	جانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ
بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ	اپنے رب کے پاس زندہ ہیں
يُرْزَقُوْنَ۔	اور اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

پ ۴ سورۃ آل عمران

آیت ۱۶۹

پھر جب فقیہ عبدالرحمٰن نوری شہید ہو گئے تو ایک انگریز آیا اور چھوٹا نیزہ آپ کو مارتے ہوئے کہنے لگا۔ اے مسلمانوں کے عالم تو کہتا تھا کہ شہید زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے تو وہ کہاں ہے؟ اس پر فقیہہ عبدالرحمٰن نوری نے سر اٹھا کر دو دفعہ کہا کہ رب کعبہ کی قسم شہید زندہ ہوتے ہیں۔ وہ انگریز گھوڑے سے اترا اور فقیہہ عبدالرحمٰن کے چہرہ کو چوما۔ پھر اپنے غلام کو کہا کہ ان کو اٹھا کر وطن لے چلو۔

۱۳۔ شہید ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں:

''رسالہ قشیریہ'' میں امام قشیری نے اپنی سند کے ساتھ شیخ ابوسعید خراز سے نقل کیا کہ میں مکہ معظمہ میں موجود تھا۔ باب بنی شیبہ کے پاس میں نے ایک نوجوان کو مردہ پایا۔ جب مین نے اس کو بغور دیکھا تو میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا اور کہا اے ابوسعید شہداء زندہ ہوتے ہیں وہ تو ایک جگہ سے دوسرے جگہ کی طرف منتقل ہوتے ہیں

اس باب کو علامہ سیوطیؒ نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

باب (۴)

مومن کی موت اور کافر کی موت

اب ہم موت کے حالات اور سوال نکیرین کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہیں اس سلسلے میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے متعدد احادیث ''شرح الصدور'' میں نقل فرمائی ہیں ان میں سے بعض برادران اسلام کو خبردار کرنے کے لئے معرض تحریر میں لائی جاتی ہیں تاکہ وہ موت اور اس کے مابعد کے مراحل کے لئے تیاری کریں۔

ا۔ جب مومن مرنے کے قریب ہوتا ہے:

احمد و ابوداؤد نے اپنی ''سنن'' میں حاکم نے ''مستدرک'' میں، ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں، بیہقی نے کتاب ''عذاب القبر'' میں طیالسی و عبد نے اپنے مسندوں میں، ہناد بن سری نے زہد میں اور ابن جریر و ابن حاتم وغیر ہم نے سند صحیح سے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں شریک ہوئے ہم قبر پر پہنچ گئے اور جب لحد کھودی جا رہی تھی تو حضور علیہ السلام زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ہم ان کے گرد اس طرح

بیٹھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس میں ایک لکڑی تھی اس سے ساتھ زمین کو کرید رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر دو یا تین دفعہ ارشاد فرمایا۔ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو پھر فرمایا جب مومن دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو اس پر آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے سورج کی طرح سفید ہوتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں تو وہ اس کے پاس حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سرہانے کی طرف بیٹھ کر کہتا ہے کہ اے پاکیزہ نفس! اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورضا کیطرف نکل، تو اس کی روح اس طرح بہتی ہوئی نکلتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے۔ اگر چہ تم اس سے مختلف دیکھ رہے ہوتے ہو۔ جوں ہی روح ملک الموت کے ہاتھ میں پہنچتی ہے فوراً فرشتے اس سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں اور جنتی کفن پہنا کر خوشبو لگاتے ہیں۔ اس سے ایسی خوشبو نکلتی ہے کہ جس کی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی پھر فرشتے اس کو لے کر ملاء اعلیٰ کی طرف چڑھتے ہیں جہاں سے بھی ان کا گزر ہوتا ہے فرشتے اس خوشبو کے بارے میں پوچھتے ہیں تو یہ اس کے دنیاوی ناموں میں سے بہترین نام لے کر ان کو بتاتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے۔ پھر ہر آسمان کے فرشتے اس روح کے ساتھ اپنے قریبی اوپر والے آسمان تک جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے کو کتاب ''علیین'' میں لکھو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اس کو زمین سے پیدا کیا، زمین میں لوٹاؤں گا اور زمین سے دوبارہ اٹھاؤں گا۔ پھر اس کی روح جسم میں دوبارہ واپس آتی ہے اور دو فرشتے اس کو

بٹھا کر دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے ''اللہ،، پھر سوال کرتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ''اسلام،، پھر پوچھتے ہیں یہ شخص جو تم میں بھیجے گئے کون ہیں۔ وہ کہتا ہے ''محمد رسول اللہ ﷺ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا علم اس کے بارے میں کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور بہشتی لباس پہناؤ اور بہشت کا دروازہ کھولدو۔ پھر جنت سے ایک ہوا آتی ہے اور حد نگاہ تک اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل خوشپوش اور خوشبو والا مرد آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری ہو آج تیرے وعدے پورے ہونے کا دن ہے۔ وہ مردہ دریافت کرتا ہے کہ تو کون ہے جس کے چہرے سے بھلائی معلوم ہو رہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس پر مردہ کہتا ہے خدایا قیامت برپا فرمادے تاکہ میں گھر والوں کو جا کر یہ بتا سکوں۔

۲۔ جب کافر مرنے کے قریب ہوتا ہے:

اور پھر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر مرنے کے قریب ہوتا ہے تو آسمان سے ایسے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس کمبل ہوتے ہیں۔ وہ اس کافر کے سامنے حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے اور کہتا ہے۔ اے خبیث روح، اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور ناراضگی کی طرف نکل تو وہ روح بدن میں پھیل جاتی ہے۔ پھر وہ فرشتہ اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جیسے گیلی ان سے سیخ کو نکالا جاتا ہے۔ نکالتے ہی وہ فرشتے ملک الموت سے روح کو

لے کر کمبل میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اس سے بدترین مردار جیسی بدبو نکلتی ہے۔ جب وہ فرشتے اس روح کو لے کر ملاء اعلیٰ کی طرف چڑھتے ہیں تو وہاں کے رہنے والے ملائکہ سوال کرتے ہیں کہ یہ خبیث روح کون ہے۔ تو فرشتے اس کا بدترین نام لے کر ان کو بتاتے ہیں۔ پھر وہ آسمانی دنیا تک پہنچ کر اس کو کھلوانا چاہتے ہیں مگر وہ کھولا نہیں جاتا پھر حضور اقدس ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۴۰

(ان کے واسطے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب ''سجین'' میں لکھو تو اس کی روح کو سجین میں پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ.

پ ۱۷ سورۃ الحج

آیت ۳۱

(جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور اس کو پرندوں نے اچک لیا یا ہوا نے دور پھینک دیا۔)

پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔

هَاهُ هَاهُ لَا اَدْرِیْ ''افسوس کہ میں نہیں جانتا،،

پھر سوال کرتے ہین تیرا دین کیا ہے تو کہتا ہے کہ''افوس میں نہیں جانتا،،

فرشتے پھر دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے پاس بھیجے گئے تو کہتا ہے کہ''افسوس میں نہیں جانتا،، پھر آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس بندے نے جھوٹ کہا، لہذا اس کے لئے جہنم کا بچھونا بچھاؤ، جہنم کا لباس پہناؤ اور جہنم کا دروازہ اس پر کھول دو۔ اس کے شعلے وہاں تک آئیں گے اور اس کی قبر اتنی تنگ کردو کہ اس کی پسلیاں چکنا چور ہو جائیں۔ پھر اس کے پاس نہایت برے لباس والا بد بودار شخص آئے گا۔ اور کہے گا کہ آج وہ دن ہے جس میں تجھے ایسا عذاب دیا جائے گا جس کا دنیا میں تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ مردہ اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے جس کے چہرے سے برائی ظاہر ہو رہی ہے تو وہ شخص جواب دے گا کہ میں تیرا عمل خبیث ہوں۔ اس پر وہ مردہ کہے گا اے پروردگار قیامت قائم نہ فرما۔

۳۔ جب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے ولی کو میرے پاس لے آؤ،،:

ابو یعلٰی نے اپنی''مسند،، میں اور ابن ابی الدنیا نے اپنی''سند،، میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت کو فرماتا ہے جاؤ میرے ولی کو میرے پاس لے آؤ کیونکہ میں نے اس کو رنج و راحت دونوں میں آزمایا اور اس کو ایسا ہی پایا جیسا میں چاہتا تھا۔ تو اب میں اسے دنیا کے مصائب سے نجات دینا چاہتا ہوں۔ تو

ملک الموت پانچ سو فرشتوں کو ساتھ لیتے ہیں جن کے پاس جنت کے خوشبودار کفن اور مختلف خوشبوؤں والے پھولوں کی شاخیں ہوتی ہیں جو کئی رنگوں کی ہوتی ہیں۔ان کے پاس خوشبو سے معطر ایک سفید ریشم ہوتا ہے۔

ملک الموت اور دوسرے فرشتے بیٹھ کر اپنے ہاتھ اس ولی اللہ کے ایک ایک عضو پر رکھ لیتے ہیں اور معطر سفید ریشم اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔اس کا دل جنت کی جانب راغب ہونے لگتا ہے کبھی حوروں کی طرف ،کبھی لباس اور کبھی پھلوں کی طرف رغبت کرتا ہے۔ جیسے روتے ہوئے بچے کا دل بہلاتے ہیں ،اسی طرح اس کا دل بہلایا جاتا ہے۔اس کی جنتی بیویاں خوشیاں منا رہی ہوتی ہیں ۔ روح اچھلتی ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے پاک روح اچھے درختوں ، لمبے اور گھنے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں کی طرف نکل ، ملک الموت ماں سے بھی زیادہ اس پر شفقت کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب ہے لہذا وہ اس روح پر شفقت کر کے خداوند قدوس کی رضا جوئی کرتا ہے اس کی روح اس طرح نکل جاتی ہے جیسے مکھن سے بال ، جوں ہی روح نکلتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں۔

تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

(وہ لوگ جن کو فرشتے پاکی کی حالت میں موت دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو

پ ۱۴ سورۃ النحل

آیت ۳۲

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ۔

(کہ اگر مومن ہے تو راحت و خوشبو اور نعمت سے بھری ہوئی جنتیں عطا ہوتی ہیں۔)

پ ۲۷ سورۃ الواقعہ

آیت ۸۹

حضور اکرم ﷺ نے اس آیت میں "روح"، کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ روح کا معنی ہے "موت کی تکلیف سے راحت ملنا"، ریحان یعنی خوشبو جو کہ سانس نکلتے وقت محسوس ہوگی اور جنت النعیم کا مطلب ہے جنت کی نعمتیں جو کہ آئندہ عطا ہوں گی۔

جب ملک الموت روح کو نکال لیتا ہے تو روح بدن کو مبارک باد دیتی ہے کہ اے بدن تو مجھے اطاعت الٰہی کی طرف جلدی لے جاتا تھا۔ اور معصیت سے بچاتا

تھاتو آج تجھ کو مبارک ہو کہ تو نے خود بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلائی۔جسم بھی روح کو یہی کہتا ہے۔اور زمین کے جن حصوں پر یہ ولی اللہ عبادت کرتا تھا وہ اس پر روتے ہیں۔آسمان کے وہ دروازے جن سے اس کے اعمال چڑھتے اور رزق اترتا تھا۔چالیس دن تک روتے ہیں۔جب روح نکل جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں۔جب لوگ اس کو کسی پہلو پر لٹانے لگتے ہیں تو وہ فرشتے پہلے ہی اس کو اس پہلو پر لٹا دیتے ہیں۔ان کے کفن پہنانے سے پہلے ہی کفن پہنا دیتے ہیں اور ان کی خوشبو لگانے سے قبل ہی خوشبو لگا دیتے ہیں اور گھر کے دروازے سے لے کر قبر تک فرشتے دونوں طرف قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔اس وقت شیطان اس زور سے چیختا ہے کہ مردے کی بعض ہڈیاں اس سے ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ اپنے لشکر سے کہتا ہے کہ تمہارے لئے خرابی ہو اس بندے نے کس طرح نجات پائی۔تو وہ کہتے ہیں کہ یہ گناہوں سے محفوظ تھا۔

جب ملک الموت اس کی روح کو لے کر آسمان پر پہنچتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ہر فرشتہ اسکو اپنے رب کی طرف سے مبارک باد دیتا ہے۔جب ملک الموت اس روح کو عرش کے پاس لے جاتے ہیں تو وہ روح بارگاہ ایزدی میں سجدہ کرتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت کو فرماتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو لے جا کر سر سبز و شاداب درختوں اور بہتے ہوئے پانیوں میں رکھ دو۔

جب اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف آ جاتی ہے، روزے بائیں طرف، قرآن و ذکر سر کے پاس نماز کی طرف اس کا چلنا قدموں کی

طرف اور صبر، قبر کے ایک کونے میں آ جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عذاب کو بھیجتا ہے اور وہ دائیں طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو کہتی ہے کہ پیچھے ہٹ جا بخدا یہ تمام عمر بے حد تکالیف میں مبتلا رہا اور ابھی آرام سے لیٹا ہے جب اس کو قبر میں رکھا گیا۔ پھر عذاب بائیں جانب سے آتا ہے۔ تو روزہ بھی یوں ہی کہتا ہے۔ پھر سر کی طرف سے آتا ہے تو یہی کہا جاتا ہے۔ پھر وہ کسی طرف سے بھی نہیں آتا۔ جس راستہ کو بھی اس کی طرف جانے کے لئے تلاش کرتا ہے اسی کو اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے اس کی فرماں برداری کی وجہ سے محفوظ پاتا ہے۔ پھر عذاب واپس چلا جاتا ہے تو صبر باقی اعمال سے کہتا ہے کہ میں اس لیے خاموش رہا کہ اگر تم سارے عاجز ہو جاتے تو میں بولتا۔ اب میں پل صراط و میزان پر کام آؤں گا۔

پھر اللہ تعالےٰ دو فرشتے بھیجتا ہے جن کی آنکھیں برق خاطف کی مانند، آواز کڑک دار بجلی کی طرح، دانت بیل کے سینگوں جیسے اور سانسیں شعلوں کی مثل ہوتی ہیں۔ اپنے بالوں کو گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں۔ ان کے کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا ہے۔ ان کے دل سوائے مومنوں کے کسی پر مہربان نہیں ہوتے انہیں منکر اور نکیر کہا جاتا ہے ان کے ہاتھوں میں ایسے ہتھوڑے (گرز) ہوتے ہیں کہ جن وانسان جمع ہو کر بھی اس کو نہیں اٹھا سکتے۔ وہ مردے کو کہتے ہیں کہ اٹھ کر بیٹھ جا۔ جب وہ اٹھ جاتا ہے تو اس کے کفن کے کپڑے نیچے کمر تک گر جاتے ہیں۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے، دین کیا ہے اور رسول کون ہے؟ تو یہ جواب میں کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ میرا دین اسلام اور رسول محمد ﷺ ہیں جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تو نے سچ کہا پھر اس کو قبر میں رکھ کر قبر کو

طرف سے وسیع کر دیا جاتا ہے اور اس کو فرشتے کہتے ہیں ذرا اوپر دیکھو، اوپر دیکھتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ پھر وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے دوست اطاعت الٰہی کی وجہ سے آج تیرا یہ مقام ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کے جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے بیشک اسے ایسی راحت نصیب ہوگی۔ جو کبھی لوٹائی نہیں جائے گی اب اس کو کہا جاتا ہے ذرا نیچے دیکھو۔ جب دیکھتا ہے تو جہنم کیطرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں اے ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت اس کے دل میں کبھی نہ ختم ہونے والی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ پھر اس کی طرف جنت کے ستتر (۷۷) دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں اس تک پہنچتی رہتی ہیں حتی کہ یوم قیامت میں اس کو اٹھایا جائے گا۔

۴۔ جب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے دشمن کو میرے پاس لے آؤ۔:

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے دشمن کے پاس جا کر اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں نے اس کے رزق میں کشادگی کی اور اسے بہت نعمتیں عطا فرمائیں۔ مگر اس نے ہمیشہ میرے شکر سے انکار کیا۔ اسے میرے پاس لے کر آؤ تا کہ میں آج اس سے انتقام لوں ملک الموت بدترین صورت میں اس کے پاس پہنچتا ہے اس کی تیرہ (۱۳) آنکھیں ہوتی ہیں جہنم

کی خاردار سلاخیں اس کے پاس ہوتی ہیں۔ پانچ سو فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں تانبا، جہنمی چنگاریاں اور بھڑکتے ہوئے کوڑے ہوتے ہیں۔ ملک الموت خاردار سلاخیں اس طرح مارتا ہے کہ ہر کانٹا جڑ تک اس کے جسم میں داخل ہوجاتا ہے پھر انتہائی سختی سے ان سلاخوں کو لوٹاتا ہے اور اسکی روح پاؤں کے ناخنوں سے نکل کر گھٹنوں تک آتی ہے۔ اس وقت دشمن خدا پر بے ہوشی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ فرشتے اس کی پیٹھ اور چہرے پر کوڑے برسارہے ہوتے ہیں۔ مارتے مارتے کمر تک پہنچتے ہیں پھر مارتے مارتے سینے تک پہنچتے ہیں۔ پھر اسی طرح مارتے مارتے اس کے حلق تک آتے ہیں۔ پھر وہ چنگاریاں اور تانبا اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ پھر ملک الموت کہتا ہے اے خبیث روح بادسموم، گرم پانی اور گرم سائے کی طرف نکل۔ جب وہ روح کو نکال لیتے ہیں تو روح جسم کو کہتی ہے اے جسم اللہ تعالی تجھے میری طرف سے بدترین سزا دے۔

تو مجھے نافرمانی کیطرف جلدی لے جاتا تھا۔ اور نیکی سے منع کرتا تھا تو خود بھی عذاب میں مبتلا ہوا اور مجھے بھی ہلاکت میں ڈالا ہے۔ یہی کچھ جسم بھی روح سے کہتا ہے اور زمین کے جن حصوں پر یہ گناہ کرتا تھا۔ وہ اس پر لعنت کرتے ہیں۔ لشکر ابلیس، ابلیس کے پاس جاکر خوش خبری دیتا ہے کہ ہم نے ایک آدم زاد کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔

جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر کو اتنا تنگ کردیا جاتا ہے کہ دائیں طرف کی پسلیاں بھینچ کر بائیں طرف آجاتی ہیں اور بائیں طرف کی بھینچ کر دائیں طرف آجاتی ہیں۔ اللہ تعالی اس کی طرف سیاہ سانپ بھیجتا ہے جو اسے ڈستے ہیں۔ پھر دو

فرشتے بھیجتا ہے جو اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تو اس کو کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے جاننا چاہا اور نہ پڑھا پھر وہ ایسے گرز اس کو مارتے ہیں کہ قبر میں چنگاریاں اڑتی ہیں پھر وہ فرشتے اسے کہتے ہیں کہ اوپر دیکھ جب دیکھتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا اگر تو اللہ کی اطاعت کرتا تو تیرا یہ مقام ہوتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت اس کو ایسی حسرت ہوگی کہ کبھی نہ ختم ہوگی۔ پھر اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے کہ اے دشمن خدا تیری نافرمانیوں کی وجہ سے آج تیرا یہ ٹھکانہ ہے۔ پھر ستتر (۷۷) دروازے دوزخ کے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جن سے قیامت تک گرمی اور بادسموم آتی رہے گی۔ یہاں تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے جہنم کی طرف اٹھائے گا۔

۵۔ پاک روح اور خبیث روح:

ابن ماجہ وبیہقی (یہ دونوں حدیث کی مستند کتابیں ہیں) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر کوئی بندہ نیک ہو تو فرشتے اسکے پاس آ کر کہتے ہیں اے پاکیزہ جسم میں رہنے والی پاک روح اپنے رب کی رحمت و مہربانی کی طرف نکل اور ایسے رب کی طرف آ جو تجھ پر راضی ہے۔ غضب ناک نہیں۔ یہ اس وقت تک کہا جاتا ہے کہ جب تک اس کی روح باہر نہیں نکل آتی پھر اس کو نکال کر آسمان کیطرف لے جاتے ہیں جب دروازہ کھولتے

ہیں تو سوال ہوتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ کہتے ہیں فلاں ابن فلاں، اندر سے خوش آمدید کہا جاتا ہے اور اندر آنے کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔

اگر آدمی بدکار ہو تو فرشتے یوں کہتے ہیں کہ اے ناپاک جسم میں رہنے والی خبیث روح نکل اور حمیم و غساق اور دیگر عذابوں کی تجھے خبر ہو اس رب کی طرف نکل آ جو تجھ سے ناراض ہے۔ فرشتے اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی روح باہر نکل آتی ہے۔ پھر اس کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے۔ جب دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے تو یہ کہتا ہے کہ فلاں ابن فلاں اندر سے جواب دیا جاتا ہے اے خبیث روح خوش آمدید نہ ہو۔ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے پھر اس کو وہاں سے قبر ہی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

باب (۵)

حیات برزخی کے متعلق عجیب وغریب واقعات

ا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے آنے تک انتظار کروں گا:

اسی باب میں علامہ سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے ربعی بن حراش سے روایت کی۔وہ کہتے ہیں کہ میں آیا تو مجھے بتایا گیا کہ تیرا بھائی فوت ہوگیا ہے۔میں جلدی سے پہنچا تو اس کو کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا تھا۔میں اپنے بھائی کے سر کے پاس اس کے لئے مغفرت کی دعا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔اچانک اس نے کپڑا اٹھایا اور کہا ''السلام علیکم،،ہم نے کہا ''وعلیکم السلام،،سبحان اللہ تو اس نے بھی سبحان اللہ کہا اور کہنے لگا کہ میں تم سے جدا ہو کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا جہاں میں نے اپنے رب سے ملاقات کی جو مجھ سے راضی تھا۔اس نے مجھے حریر، سندس اور استبرق کے لباس پہنائے اور میں نے معاملہ اس سے آسان پایا جتنا کہ تم

گمان کرتے تھے۔اب دیر نہ کرو کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ تمہیں بشارت دے کر آؤں۔ مجھے جلدی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے چلو۔کیونکہ انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے آنے تک میں انتظار کروں گا۔ یہ کہا اور پھر حسب سابق مر گیا۔

۲۔ابوالقاسم ﷺ میرا جنازہ پڑھنے کیلئے انتظار فرما رہے ہیں:

ابو نعیم نے ربعی سے روایت کی کہ ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سے نسبتاً زیادہ صوم وصلوۃ کا پابند تھا۔اس کا وصال ہوا تو ہم اس کے اردگرد جمع تھے۔اچانک اس نے کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم ہم نے کہا وعلیکم السلام، کیا موت کے بعد بھی حیاتی ہے اس نے کہا ہاں۔پھر اس نے کہا کہ میں نے تمہارے بعد اپنے رب سے ملاقات کی جو مجھ پر ناراض نہیں تھا۔اس نے مجھے اپنی رحمت میں لے لیا اور استبراق کا لباس پہنایا اور سنو کہ ابوالقاسم ﷺ میرا جنازہ پڑھنے کیلئے انتظار فرما رہے ہیں لہذا جلدی کرو اور دیر نہ کرو یہ کہہ کر وہ پھر پہلے کی طرح خاموش ہو گیا۔یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ میری امت سے ایک مرد مرنے کے بعد بھی کلام کرے گا۔ابو نعیم نے اس حدیث کو مشہور کیا اور امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں اس کو ذکر کیا

اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

۳۔ مورق عجلی نے اپنے چہرہ سے کپڑا اٹھاتے ہوئے کہا کہ تم نے کچھ دیکھا؟

جو یبر نے اپنی تفسیر میں ابان ابن ابی عیاش سے روایت کی ہے کہ مورق عجلی کی وفات کے موقع پر ہم حاضر تھے۔ جب انہیں کفن پہنایا گیا تو ہم نے دیکھا کہ ان کے سر سے ایک ایسا نور نکلا جو چھت سے پار ہو گیا۔ پھر ایسا ہی نور ہم نے پیروں کی طرف سے نکلتا ہوا دیکھا اور یوں ہی پھر ان کے درمیان سے نکلا۔ ہم تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھاتے ہوئے کہا کہ تم نے کچھ دیکھا؟ ہم نے کہا ہاں اور پھر ہم نے جو کچھ دیکھا تھا انہیں بتا دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سورۃ سجدہ ہے جسے میں ہر روز رات کے وقت پڑھتا تھا جو نور تم نے میرے سر سے نکلتا ہوا دیکھا وہ اس سورۃ کی پہلی چودہ آیات ہیں اور جو قدموں کی طرف سے نور نکلا وہ اس کی آخری چودہ آیات ہیں اور درمیان سے جو نور نکلتا ہوا تمہیں دکھائی دیا وہ خود سورۃ سجدہ تھی جو کہ میری شفاعت کرنے کے لئے اوپر کی طرف گئی تھی اور ابھی میری حفاظت کے لئے ''سورۃ تبارک'' باقی ہے۔ یہ کہا اور پھر خاموش ہو گئے۔

۴۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ جو کچھ تیرے ساتھ ہوا اس کا تجھ کو پتہ ہے؟

ابن ابی الدنیا نے کتاب ''من عاش بعد الموت'' میں ایک اور طریق سے مورق عجلی سے روایت کیا کہ ہم ایک بے ہوش شخص کے پاس موجود تھے۔ اس کے سر سے ایک نور نکلا جو چھت کو پھاڑ کر نکل گیا پھر ایسا ہی نور اس کی ناف اور قدموں سے نکلا پھر جب اس کو ہوش آیا تو ہم نے پوچھا کہ جو کچھ تیرے ساتھ ہوا اس کا تجھے پتہ ہے؟ اس نے کہا ہاں میرے سر سے نکلنے والا ''نور الم تنزیل'' کا نور تھا اور ناف سے نکلنے والا آیت سجدہ اور پاؤں سے نکلنے والا سورہ سجدہ کا نور تھا۔ یہ میری شفاعت کے لئے گئے تھے اور ابھی ،، سورہ تبارک' میری حفاظت کے لئے باقی ہے۔ جس کو میں ہر رات پڑھا کرتا تھا۔

۵۔ قطع رحمی کرنے والا، شرابی اور مشرک جنت میں نہیں جائیں گے:

ابن ابی الدنیا نے مغیرہ بن خلف سے روایت کیا کہ روبہ بنت سبحان کا انتقال ہو گیا اس کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا تو اس نے حرکت کی اور لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا تم کو خوشخبری ہو۔ میں نے معاملہ اس سے بہت آسان پایا جتنا کہ تم ڈرتے ہو۔ میں نے یہ پایا کہ قطع رحمی کرنے والا، شرابی اور مشرک جنت میں نہیں جائیں گے۔

٦۔ جو میری روح قبض کرنے کو آئے ہیں وہ تبرا کرنے والوں پر لعنت کرتے ہیں:

ابن ابی الدنیا نے خلف بن حوشب سے نقل کیا کہ مدائن میں ایک شخص کا وصال ہو گیا تو اس کو کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا۔ اچانک اس نے حرکت کی اور کپڑوں کو ہٹا کر کہنے لگا کہ داڑھیوں کو خضاب لگانے والی ایک قوم اس مسجد میں ہے جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنھما پر لعنت کرتے اور تبرا کرتے ہیں اور جو میری روح قبض کرنے کو آئے ہیں وہ ان پر لعنت کرتے اور تبرا کرتے ہیں یہ کہہ کر پھر وہ مر گیا جیسا کہ پہلے تھا۔

۷۔ تبرا کرنے والا افسوس کی صدائیں بلند کرنے لگا:

اور اسی کو بروایت عبدالمالک بن عمیر وابی الخطیب یوں بیان کیا گیا کہ میں مدائن میں ایک میت کے پاس موجود تھا جس کے پیٹ پر اینٹ رکھی تھی۔ ہم وہاں ہی تھے کہ اس نے چھلانگ لگائی اور اینٹ دور جا گری۔ وہ افسوس افسوس کی صدائیں بلند کرنے لگا۔

اس حالت کو دیکھ کر اس کے ساتھی گھبرا گئے۔ میں اس کے قریب ہوا اور پوچھا کہ تجھے کیا ہوا تو نے کیا دیکھا؟ تو اس نے کہا میں بعض اہل کوفہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا جنھوں نے مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو گالیاں بکنے

اور تبرا پر لگا دیا تھا میں نے کہا خدا تعالی سے معافی مانگ اور پھران کے پاس نہ جانا۔اس نے کہا کہ اب مجھے اس کا کیا فائدہ انہوں نے مجھے جہنم تک پہنچا دیا ہے۔ مجھے نار جہنم دکھائی گئی اور کہا گیا کہ اپنے ساتھیوں کو بتا کر پھراس کی طرف لوٹ آ ،ادھراس نے یہ بات ختم کی اور ادھر پہلے کی طرح مردہ ہو گیا۔

۸۔عبدالملک اور حجاج کی آنتوں کو آگ کی طرف کھینچا جا رہا ہے:

ابن عساکر نے ابن معشر سے روایت کیا کہ مدینہ میں ایک شخص مر گیا۔ جب اس کو غسل دینے کے لئے تختہ پر رکھا گیا تو وہ اٹھ کر سیدھا بیٹھ گیا آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ کہا کہ میری آنکھوں نے عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کو دیکھا کہ ان آنتوں کو آگ کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔یہ کہتے ہی پہلی حالت پر لوٹ گیا۔

۹۔عبدالملک اور حجاج اپنی آنتوں کو آگ کی طرف کھینچ رہے ہیں،:

ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے روایت کیا کہ مسور بن مخرمہ بے ہوش ہو گئے جب آفاقہ ہوا تو کہنے لگے۔اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رفیق اعلیٰ میں ہیں اور عبدالملک بن مروان اور حجاج اپنی آنتوں کو آگ کی طرح کھینچ رہے ہیں۔یہ واقعہ عبدالملک اور حجاج کی حکومت سے

پہلے کا ہے کیونکہ مسور بن مخرمہ نے ۶۴ھ میں مکہ میں وفات پائی جب کہ حجاج کی ولایت ۷۰ھ سے بعد ہے۔

۱۰۔ایک شخص کا مرنے کے بعد چند روز کے لئے واپس لوٹنا اور اپنا حال بتانا:

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک مریض کے گرد بیٹھے تھے۔ وہ ٹھنڈا ہوا اور مر گیا۔ ہم نے اس کو کپڑوں میں لپیٹ دیا اور اس کی تجہیز و تکفین کا سامان مہیا کرنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا۔ جب ہم اس کو غسل دینے لگے تو اس نے حرکت کی۔ ہم نے کہا کہ سبحان اللہ ہم تو یہ دیکھ رہے تھے کہ تو مر گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں واقعی مر گیا۔ مجھے قبر میں لے جایا گیا اور مجھے ایک خوبصورت اور خوشبو دار انسان نے قبر میں رکھ کر کاغذوں سے ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد ایک بدبودار عورت آئی جس نے اس بزرگ کے سامنے میرے گناہ بیان کرنے شروع کر دیئے کہ خدا کی قسم یہ ایسا ہے یہ ویسا ہے مجھے اس وقت بہت شرم آئی تو میں نے اس بزرگ سے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اور اس کو تنہا چھوڑ دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ عورت مجھے کہنے لگی کہ چلو میں تیرے ساتھ مقدمہ لڑوں گی۔ اور وہ مجھے ایک کھلے مکان میں لے گئی۔ اس میں ایک طرف چاندی کا آبشار تھا۔ اور دوسری طرف مسجد تھی۔ ایک شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے سورہ نحل پڑھی جس میں انہیں تشابہ لگ گیا۔ میں نے انہیں لقمہ دیا تو وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تجھے یہ سورۃ یاد ہے میں نے کہا ہاں۔

انہوں نے کہا کہ یہ نعمتوں والی سورۃ ہے پھر انہوں نے ایک گتا اٹھایا اور صحیفہ نکال کر پڑھنے لگے وہ کالی عورت کہنے لگی کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے اور وہ حسین چہرے والے بزرگ میری نیکیاں بیان کرنے لگے۔اس پر نمازی بزرگ نے فرمایا کہ ہے تو یہ ظالم مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔اور اس کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا اس کے مرنے کا وقت سوموار کو ہے۔پھر اس نے کہا کہ اگر میں سوموار کو نہ مروں تو پھر سب کچھ ہذیان ہوگا اور پھر جب سوموار کا دن آیا تو وہ شخص بالکل صحیح وسالم تھا مگر دن ختم ہونے کے قریب تھا کہ اچانک وہ مر گیا۔

۱۱۔ایک عورت کا مرنے کے بعد جعفر بن زبیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ساتویں آسمان پر دیکھنا:

ابن عساکر نے قرہ بن خالد سے روایت کیا کہ ہمارے خاندان کی ایک عورت کا وصال ہوئے سات دن گزر گئے۔مگر ہم ان کو اس بناء پر دفن نہیں کرتے تھے کہ ان کی ایک رگ ابھی تک حرکت کر رہی تھی۔پھر وہ بول پڑیں کہ جعفر بن زبیر کا کون سائل ہے۔حالانکہ جعفر کا انتقال اس زمانے میں ہو چکا تھا کہ جس کا ان کو پتہ بھی نہیں تھا۔ہم نے کہا کہ وہ انتقال فرما چکے۔اس پر وہ کہنے لگیں کہ خدا کی قسم میں نے ان کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔فرشتے انہیں بشارتیں سنا رہے ہیں اور میں ان کو کفنوں میں پہچان رہی ہوں۔فرشتے یہ کہہ رہے ہیں کہ محسن آیا ہے۔محسن آیا ہے۔

۱۲۔ جن گناہوں سے توبہ کرلی، وہ مٹا دیئے گئے اور جن سے توبہ نہ کی، وہ باقی رہے:

ابن ابی الدنیا نے صالح بن یحییٰ سے روایت کیا کہ مجھے میرے ایک ہمسایہ نے بتایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو اس کے اعمال اس پر پیش کیے گئے اس نے کہا کہ جن گناہوں سے میں نے توبہ کرلی تھی وہ مٹا دیئے گئے اور جن سے توبہ واستغفار نہ کی تھی وہ بدستور باقی تھے۔ یہاں تک کہ ایک انار کا دانہ بھی جو میں نے اٹھا کر کھایا تھا اس کے عوض میں بھی نیکی لکھی گئی تھی۔

اور ایک دن نماز میں باآواز بلند قرات کر رہا تھا کہ میرا پڑوسی بھی سن کر نماز پڑھنے لگا تو اس کے بدلے میں بھی نیکی لکھی گئی۔ ایک دفعہ میں ایک قوم کے پاس موجود تھا ایک مسکین آیا تو اس کو ایک درہم محض ان لوگوں کی وجہ سے دیا۔ جس کا مجھے نہ تو کوئی نفع ہوا اور نہ ہی نقصان۔

۱۳۔ جور وجفاء کے دور میں حق پر عمل کرنے والا:

ابن عساکر نے ابن ماجشون سے روایت کیا کہ میرا باپ ماجشون فوت ہوگیا۔ ہم نے غسل دینے کے لئے ان کو تختے پر رکھا جب غسل دینے والا داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک رگ ان کے قدموں کے نیچے کی طرف حرکت کر رہی ہے۔ ہم نے غسل موخر کر دیا۔ تین دن گزرے تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ ستو لاؤ ہم ستو لے آئے جو انہوں نے پی لئے۔ ہم نے کہا کہ جو معاملہ تمہارے ساتھ ہوا وہ ہمیں بتاؤ۔

انہوں نے کہا کہ ایک فرشتہ میری روح کو لے کر آسمان دنیا پر پہنچا اور دروازہ کھلوایا۔ وہ دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر تمام آسمانوں پر اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک ساتویں آسمان پر پہنچے۔ اس فرشتے سے پوچھا گیا۔ تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ماجشون تو انہوں نے کہا کہ ابھی تو اس کا وقت نہیں آیا بلکہ اس کی عمر میں اتنا وقت باقی ہے۔ پھر وہ نیچے آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ کی دائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور بائیں طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور سامنے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے اپنے ساتھ والے فرشتے سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ تو ان کو نہیں پہچانتا؟ میں نے کہا میں پختہ علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام کے بہت قریب ہیں تو اس نے کہا کہ کیوں نہ ہوں۔ انہوں نے جور و جفاء کے درو میں حق پر عمل کیا جبکہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حق کے ددو میں حق پر عمل کیا۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف شکم مادر سے ہی خوش نصیب تھے:

ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ''مستدرک'' میں۔ بیہقی نے ''دلائل'' میں اور ابن عساکر نے اپنی ''سند'' سے روایت کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر شدید بیمار ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ سب ان کے پاس سے اٹھ گئے اور ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ

دیا۔ پھر انہیں افاقہ ہو گیا، تو فرمایا کہ میرے پاس تخت بدخو، دو فرشتے آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلو ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس تا کہ تمہارا فیصلہ کرائیں۔ جب وہ مجھے لے کر جا رہے تھے، دو نہایت نرم طبیعت اور رحم والے فرشتے ملے۔ انہوں نے پوچھا اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فیصلہ کے لئے تو ان مہربان فرشتوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس کی قسمت میں تو پہلے ہی سعادت لکھی جا چکی ہے۔ یہ تو شکم مادر سے ہی خوش نصیب آئے ہیں۔ اس کے بعد ایک ماہ تک زندہ رہنے کے بعد آپ نے وفات پائی۔

۱۵۔ ہم ابھی گھر بھی نہ پہنچ سکے تو اس کا انتقال ہو گیا:

ابو بکر شافعی نے ''غیلانیات'' میں سلام بن اسلم سے روایت کی کہ میں فضل بن عطیہ کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف چلا۔ جب ہم فیداء کے مقام پر پہنچے تو اس نے آدھی رات کو مجھے جگایا۔ میں نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟، تو انہوں نے کہا کہ میں تجھے وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ آپ تو بہت صحیح سلامت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ ہمیں تیری روح قبض کرنے کا حکم ملا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر کچھ تاخیر کریں تو میں حج پورا کر لوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا حج قبول فرمالیا ہے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ شہادت والی اور درمیانی انگلی کھولو جب اس نے دونوں انگلیاں کھولیں تو ان کے درمیان سے دو کپڑے نکلے جن کی سبز رنگ زمین و آسمان کے مابین پھیل گئی۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ تیرا جنتی کفن ہے اور پھر فرشتے نے ان کپڑوں کو لپیٹ کر

اپنی انگلیوں میں رکھ لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ابھی گھر بھی نہ پہنچ سکے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

۱۶۔ وہ مخلوق جو صرف خوشبو سے محظوظ ہوتی ہے:

سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ ''سنن'' میں روایت کی کہ سلمان کو کہیں سے کستوری ملی تو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس ودیعت رکھ دی۔ جب ان کا وقت وصال آیا تو کہا کہ کہاں ہے میری امانت؟ بیوی نے کہا کہ وہ یہ ہے۔ آپ نے کہا کہ اس کو بھگو کر میرے بستر کے گرد چھڑکاؤ کر دو کیونکہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق آنے والی ہے جو نہ کھاتی ہے نہ پینتی ہے البتہ خوشبو سے محظوظ ہوتی ہے۔

۱۷۔ اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو محفوظ فرما دیا:

ابن ابی الدنیا نے ابومکین سے روایت کیا کہ جب کوئی قریب الموت ہوتا ہے تو ملک الموت کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے سر کو سونگھو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے سر سے قرآن کی خوشبو آتی ہے پھر حکم ہوتا ہے کہ اس کے قلب کو سونگھو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے دل سے صیام کی خوشبو آتی ہے پھر قدموں کو سونگھنے کا حکم دیا جاتا تو وہ کہتا ہے کہ اسکے قدموں سے قیام کی خوشبو آ رہی ہے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو محفوظ فرما دیا ہے۔

۱۸۔ داؤد بن ہند کا خواب:

ابن ابی الدنیا نے کتاب ''مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ'' میں ذکر کیا کہ داؤد بن ہند سخت بیمار ہو گئے تو انہوں نے خواب میں ایک شخص کو آتے دیکھا جس کا سر بڑا اور کندھے چوڑے تھے گویا وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کو زطی (زنگی) کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھ کر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا اور اس سے کہا کہ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے کیا میں کافر ہوں؟ کیونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ کافروں کی روح کالے رنگ کا فرشتہ قبض کرے گا۔ اسی دوران اچانک گھر کی چھت پھٹ گئی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک سفید لباس والا شخص میری طرف اتر رہا ہے پھر اس کے پیچھے ایک اور آیا تو وہ دو ہو گئے۔ ان دونوں نے کالے رنگ والے شخص کو للکارا تو وہ بھاگ گیا اور دور سے دیکھنے لگا۔ یہ دونوں اس کو ڈانٹ رہے تھے پھر ان میں ایک میرے سر کے قریب آیا اور دوسرا قدموں کے قریب بیٹھ گیا۔ سر کی طرف والے نے قدموں والے کو کہا کہ ذرا اس کو مس کر کے دیکھو۔ اس نے میری انگلیوں کو چھوا اور کہنے لگا کہ یہ ان کے ساتھ بکثرت نماز کیطرف چلا کرتا تھا پھر یوں ہی قدموں والے نے سر والے کو کہا کہ اس کو مس کرو۔ اس نے میرے جبڑے کو مس کیا اور کہا کہ ذکر خداوندی سے تر ہے۔

۱۹۔وہ تکبیر جواس نے خلوص کے ساتھ انطا کیہ میں کہی تھی:

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں ایک اور سند کے ساتھ ہند بن سعید سے جس نے ابو قلابہ سے روایت کیا کہ ان کا ایک بھتیجا تھا جو شدید بیمار ہوا۔ جب وہ قریب الموت تھا تو ابو قلابہ نے رات ان کے پاس گزاری۔ اچانک رات کو دیکھا کہ دو سیاہ شخص اترے جن کے پاس کلہاڑا تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص کے پاس جا کر دیکھو کیا اس نے کوئی نیک عمل پاتے ہو؟ وہ آیا اور اس نے میرے بھتیجا کے سر کو سونگھا، پھر پیٹ کو پھر قدموں کو اور میں سن رہا تھا کہ اس نے اپنے ساتھی سے کہا میں نے اس کے سر کو سونگھا تو قرآن کی خوشبو نہیں آئی۔ پیٹ کو سونگھا تو صیام کی خوشبو نہیں پائی۔ اور قدموں کو سونگھا تو ان سے رات کے قیام کی خوشبو نہیں آئی۔

پھر دوسرا آیا۔ اس نے بھی اسی طرح ہتھیلیوں، پیٹ اور پھر قدموں کو سونگھا اور کہا کہ کتنی عجیب بات ہے یہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کا امتی ہے مگر ان خصلتوں میں سے اس میں کوئی بھی موجود نہیں۔ اس کے بعد کا ایک اور ان کا ساتھی آیا اور اس کا منہ کھول کر زبان کو ایک طرف سے پکڑا اور نچوڑا۔ پھر میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ اکبر میں نے اس میں وہ تکبیر پائی جو اس نے خلوص کے ساتھ انطا کیہ میں کہی تھی۔ اس سے کستوری کی خوشبو نکل رہی تھی پھر اس کی روح قبض کر لی گئی اور اس فرشتے نے دروازے پر کھڑے دونوں سیاہ فرشتوں سے کہا کہ پلٹ جاؤ۔ تمہارے

لئے اس میں کوئی راستہ نہیں صبح ہوتے ہی ابوقلابہ نے یہ سب کچھ لوگوں کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ یہ تکبیر تو انطاکیہ میں کہی گئی تھی ابوقلابہ نے کہا مجھے خدا وحدہ لاشریک کی قسم میں نے فرشتوں کے منہ سے انطاکیہ ہی سنا ہے پھر وہ لوگ اس کے بھتیجے کے جنازہ کی طرف لپکے۔

۲۰۔ میرے بندے کو میرا سلام کہنا:

ابوالقاسم بن مندہ نے ''کتاب الاحوال'' میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جب اللہ تعالیٰ کسی مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کو میرا اسلام کہنا۔ چنانچہ ملک الموت جب روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ تجھے تیرے رب نے سلام کہا ہے۔

مروزی وابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابن ابی الدنیا نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب ملک الموت کسی مومن کی روح قبض کرنے کو آتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ تجھے تیرا رب سلام کہتا ہے۔

مولف رسالہ عفی اللہ عنہ کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَیْكَ یَرْجِعُ السَّلَامُ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

(اے اللہ، تو ہی سلامتی (دینے) والا ہے۔ تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی کا رجوع ہے اے ہمارے رب، ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں سلامتی والے گھر میں داخل فرما۔ اے ہمارے رب، تو برکت والا اور بلند ہے، اے جلال وعزت والے۔)

۲۱۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ:

مولف نے اس باب میں چند احادیث دو برگزیدہ حضرات شافعیہ یعنی شیخ ابن حجر مکی اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے ذکر کی ہیں۔ اگر چہ اس باب میں سادات حنفیہ سے بھی متعدد روایات واقوال منقول ہیں۔ مگر حضرات شافعیہ کی مرویات کو ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اکثر وہابیہ ان احادیث کو ضعیف وموضوع قرار دیتے ہیں جو احناف سے مروی ہوں اور روایات شافعیہ کو معتمد ومعتبر سمجھتے ہیں۔ اور اگر وہ ان کو بھی نہ مانیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ہم نے کچھ احادیث ذکر کیں ہیں وہ تو اپنوں کیلئے ہیں نہ کہ بیگانوں کے لئے روح رحمانی ہونی چاہیے جو حضور اقدس

ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قبول کرے اور یومنوں بالغیب کا مصداق ہو۔ ظاہر بینوں کی روح حیوانی ان حکایات کو کب قبول کر سکتی ہے۔

اگر چمگادڑ کی آنکھ دن کو نہ دیکھے تو سورج کا اس میں کیا گناہ ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں۔

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ.

(اور انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔)

پ ۹ سورہ الاعراف ۲۴

آیت ۱۹۸

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔

(اے ہمارے رب، ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے، تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے)

پ ۳ سورہ اٰل عمران

آیت ۵۳

اگر چہ بظاہر احادیث مذکورہ کا اصل سوم یعنی نداء غیب سے کوئی تعلق نہیں مگر ازروئے انصاف جب غور سے دیکھا جائے تو ان کا اس اصل سے گہرا تعلق ہے۔

اصل (۴) الف

ائمۂ مذاہبِ اربعہ کی اتّباع وتقلید

باب (۱)

علماء مجتہدین کی اطاعت کے بارے میں ثبوت قرآنی، اقوال محدثین، ارشادات مفسرین

ا۔ محدثین کا کام حدیث کی روایت کی صحت میں کوشش کرنا ہے اور مجتہدین کا کام قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط ہے:

اللہ تعالیٰ تجھے سعادت کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ ہم دور افتادہ لوگوں تک احکام شریعت جن علماء راسخین اور اولیاء کاملین کے ذریعے سے پہنچے وہ دو قسم کے حضرات ہیں محدثین کرام اور مجتہدین عظام۔

1- محدثین کا کام لفظ حدیث کی تنقید اور اس کی روایت کی صحت میں کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے ائمہ اس مقصد میں کامیاب ہوئے

جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ

2- اور مجتہدین کا کام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے مسائل کا استنباط واستخراج ہے اور اس جماعت کے اکابر ائمہ بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے اہل عقل ودانش جانتے ہیں کہ عبادت ومعاملات میں ہمارا عمل احکام پر ہے مگر بسبب بعد زمان کے ناسخ ومنسوخ محکم وماول مقدم وموخر اور نصوص متضادہ

میں تطابق سے ہم ناواقف ہیں بناء بریں اہل حق کے لئے اس دور میں سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے مجتہد کی تقلید کریں جو قرب زمان، کثرت علم کثرت روایت کمال تقویٰ اور ملکہ استنباط جیسے اوصاف سے متصف ہو۔

۲۔ مجتہدین کے سواء کسی کو قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کرنے کا حق نہیں پہنچتا

1- حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ اَلْحَدِیْثُ مُضِلٌّ اِلَّا لِلْفُقَہَاءِ یعنی غیر فقہاء کے لئے حدیث گمراہی کا باعث بن سکتی ہے۔ ابن امیر حاج مالکی رحمتہ اللہ علیہ ''مدخل'' میں فرماتے ہیں کہ فقہاء معانی حدیث کے سب سے زیادہ عالم ہوتے ہیں جیسا کہ ترمذی نے ''ابواب الجنائز'' اور ابن حجر نے ''قلائدہ'' میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ بلکہ خود امام غیر مقلدین ابن قیم کتاب ''اعلام الموقعین'' میں لکھتا ہے کہ کسی شخص کو کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرنے کا اس وقت تک حق نہیں پہنچتا۔ جب تک اجتہاد کی تمام شرائط اس میں موجود نہ ہوں۔

۳۔ صاحب کفایہ تحریر فرماتے ہیں کہ عام آدمی جب کوئی حدیث سنے تو اس کے لئے ظاہری معنی مراد لینا جائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے وہ حدیث ظاہری معنی پر نہ ہو یا منسوخ ہو چکی اور فتویٰ اس کے غیر پر ہو۔ اسی طرح تقریر شرح تحریر میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ فقہاء کی طرف رجوع کرے۔

۴۔ سید سمہودی علیہ الرحمۃ ''عقد فرید'' میں لکھتے ہیں کہ محقق حنفیہ کمال بن ہمام رحمتہ اللہ علیہ نے امام رازی سے نقل فرمایا کہ (تمام) محققین کا ان پر اجماع ہے کہ عوام کو مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید کرنا منع ہے بلکہ انہیں ان بزرگوں کی

تقلید کرنی چاہیے جو صحابہ کے بعد آئے اور احکام دینیہ کی تسہیل وتدوین فرمائی۔

۳۔ عوام کو فقہاء کی تدوین وترتیب پر عمل کرنا چاہیے:

1- صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تقلید کرنا باجماع محققین منع ہے بلکہ عوام کو ان حضرات کی اتباع کرنی چاہیے جنہوں نے احکام شرعیہ کی تسہیل وتبویب، تہذیب تنقیح تفریق وتعلیل اور تفصیل وتشریح کی ہے۔ ابن الصلاح نے غیر ائمہ کی تقلید کی ممنوعیت کے لئے اسی کو بنیاد بنایا ہے۔

2- شرح ''منہاج الاصول'' میں ہے۔ امام الحرمین کتاب ''البرہامین'' میں فرمایا کہ محققین کا اس پر اجماع ہے کہ عوام کو مذاہب صحابہ پر نہیں بلکہ مذاہب ائمہ پر عمل کرنا لازم ہے۔ اب جو کوئی اس اجماع کی خلاف ورزی کرے تو اسے گمراہ ہی کہا جائے گا۔ صحابہ کرام تو امور جہاد اور ترقی اسلام میں اتنے مشغول تھے کہ تفسیر وحدیث کی کتب مدون کرنے کی انہیں فرصت ہی نہ مل سکی اور ان کے دلوں پر انوار رسالت اس قدر جلوہ گر تھے کہ کسی کتاب کی انہیں ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہر صحابی رسول اللہ ﷺ کے نور کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن تھا۔

۴۔ جب خیر القرون کا زمانہ انتہاء کو پہنچا تو اختلافات پیدا ہو گئے:

اور جب زمانہ خیر القرون انتہاء کو پہنچا تو بہت سے اختلافات پیدا ہوگئے۔ لوگ ایک دوسرے کے خلاف صحابہ کے اقوال نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ لہذا اہل حق کو انتہائی پریشانی کا سامنا ہوا۔ تو اللہ تبارک وتعالی نے اپنے

فضل وکرم سے امت مرحومہ میں سے چار ایسے افراد کو پیدا فرمایا۔ جو صالح، متقی، برگزیدہ اور استنباط کی طاقت رکھتے تھے۔ مخلوق خدا ان حضرات کی تقلید کی وجہ سے گمراہی کے گڑھوں سے محفوظ ہوگئی اور راہ ہدایت پر آ گئی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔)

پ ۲۸ سورۃ

الجمعۃ آیت ۴

۵۔ اُولُوا الْاَمْر وہ ہیں جو نصوص سے احکام کو مستنبط کرنے کا علم رکھتے ہیں:

اب وجوب تقلید کے بارے میں ارشاد الٰہی ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں سے اولوالامر ہیں۔)

پ ۵ سورۃ النساء

آیت ۵۹

۱۔ ولوالامر سے مراد مجتہدین ہیں اور مجتہدین یہی چار بزرگ مشہور و معروف ہیں۔

۲۔ اس دعویٰ میں دو پہلو ہیں اول یہ کہ اولوالامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں دوم

یہ کہ علماء مجتہدین یہی چار مشہور ائمہ مذاہب اربعہ ہیں۔

۳۔ دعویٰ کی شق اول (یعنی اولوالامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں) کا ثبوت بھی قرآن پاک سے ملاحظہ فرمائیں ارشادِ الٰہی ہے:۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۳

(اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے۔ یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں)

یعنی اولوالامر وہ ہیں ہو جو نصوص سے احکام کو مستنبط کرنے کا علم رکھتے ہیں۔

۴۔ اور اگر اولوالامر سے مراد حکام وقت لئے جائیں جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے تو پھر اس میں تفصیل کرنی پڑے گی کہ اگر حاکم صاحب علم و دیانت ہے اور استنباط مسائل کا ملکہ بھی رکھتا ہے جیسا کہ خلفاء راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ حاکم ہیں، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ استنباط کی طاقت رکھتے ہیں۔

۵۔ اور اگر حاکم جاہل، فاسق یا کافر ہے اور امر الٰہی کے خلاف حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت واجب نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

(خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت نہیں کی جائے گی)

۶۔ اور آیۃ کریمہ میں ہے

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا	(اور اگر وہ دونوں (والدین) تجھ سے کوشش کریں کہ میرا (اللہ تعالیٰ کا) شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان)
پارہ۔۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۵	

ثابت ہوا کہ اولوالامر سے مراد، ایسے حکمران مراد لینا درست نہیں۔

۷۔ حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ اولوالامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں۔دارمی نے اپنی سند سے حضرت عطاء سے روایت کی ہے کہ اولوالامر سے مراد علم وفقہ والے حضرات ہیں۔

۸۔ تفسیر ''اتقان'' میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرمایا کہ اولوالامر سے مراد اہل فقہ ودین ہیں۔

۹۔ ابن جریر، منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس اور مجاہد سے روایت کیا کہ اس سے مراد اہل فقہ ودین ہیں۔

اور تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۳۷۵، شرح مسلم امام نووی جلد ثانی ص ۱۲۴، تفسیر معالم اور نیشاپوری میں بھی یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔علماء مجتہدین کی اطاعت کے بارے میں ثبوت قرآنی، اقوال محدثین اور ارشادات مفسرین کے باوجود غیر مقلدوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا اور رسول کے علاوہ کسی کی اطاعت کرنا شرک اور بدعت ہے۔

باب (۲)

۱۔ کتاب ۲۔ سنت

۳۔ اجماع اور قیاس

۱۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے گا، تو فیصلہ کیسے کرے گا

اب اس بحث کی تحقیق میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے یمن روانہ کیا تو فرمایا جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کرے گا۔ عرض کی کہ کتاب اللہ سے۔ پھر فرمایا اگر اس میں نہ پائے تو عرض کی سنت رسول ﷺ سے۔ فرمایا اگر اس میں بھی نہ پائے تو عرض کی کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِهٖ بِمَا یَرْضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ	اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اس کا رسول ﷺ راضی ہے (ترمذی، ابوداؤد دارمی)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اولوالامر سے مراد مجتہدین ہیں اور مجتہد کی اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ ہے۔

۲۔ فریضہ عادلہ سے یہ مراد ہے کہ وہ کتاب وسنت سے مساوی ہو:

دوسری حدیث ابوداؤد وابن ماجہ نے روایت کی کہ العلم ثلثۃ کہ علم تین ہیں۔ (۱) آیۃ محکمہ (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ فریضہ عادلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مساوی ہو۔ اس سے اجماع وقیاس کی طرف اشارہ ہے۔ وہ چونکہ کتاب وسنت سے ہی مستنبط ہوتے ہیں لہذا ان کو کتاب وسنت کے مساوی وبرابر قرار دیا گیا۔ اور اس کو فریضہ عادلہ سے اس بناء پر تعبیر کیا گیا تاکہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ ان پر عمل ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ کتاب وسنت پر خلاصہ اس حدیث کا یہ ہوا کہ اصول دین چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاضی کو ہدایت:

تیسری حدیث :۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شریح کو قاضی مقرر کیا تو انہیں فرمایا کہ قرآن پاک میں غور کرو اگر کوئی حکم قرآن سے صراحتہ مل جائے تو پھر اس کے متعلق کسی سے سوال مت کرو اور اگر وہاں نہ مل سکے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، اور اگر سنت میں نہ مل سکے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

(بیہقی)

۴۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی مقدمہ لایا جاتا تو آپ کیسے فیصلہ کرتے تھے؟

چوتھی حدیث جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی مقدمہ لایا جاتا تو آپ قرآن پاک میں نظر فرماتے اگر اس کا فیصلہ قرآن مجید میں پاتے تو اس سے فیصلہ فرماتے اور اگر وہاں نہ پاتے تو پھر اس بارے میں حضور علیہ السلام کی سنت معلوم ہوتی تو فیصلہ اس کے مطابق فرماتے اور اگر حدیث بھی اس سلسلہ میں نہ پاتے تو پھر باہر نکلتے اور صحابہ سے اس بارے میں دریافت کرتے اگر وہ سب کسی امر پر متفق ہو جاتے تو اس پر فیصلہ فرما دیتے (دارمی)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جب کوئی سوال لایا جاتا تو آپ کیسے فیصلہ کرتے تھے؟

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جب کوئی سوال لایا جاتا تھا تو اگر اس کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی فیصلہ پاتے تو قرآن سے فیصلہ کرتے اور اگر قرآن میں نہ پاتے تو سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کرتے اور اگر سنت بھی نہ پاتے تو پھر صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے کوئی فیصلہ اس بارے میں موجود ہوتا تو اس کے مطابق کرتے ورنہ اپنی رائے سے فیصلہ صادر فرماتے اور ایک روایت میں ہے کہ نظر فرماتے اگر کسی معاملہ پر صحابہ کا اجماع پاتے تو اس کے موافق فیصلہ کرتے (داری ص ۳۲،۳۳)

باب (۳)

وجوب تقلید پر دلائل ۱،۷

دلیل نمبر ا:۔

آئمہ کی تقلید پر اجماع:

اور دعویٰ کی شق ثانی کا ثبوت یہ ہے کہ خیر القرون سے لے کر آج تک انہی چار مشہور آئمہ کی اطاعت وتقلید پر اجماع امت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گرا۔ یہ احادیث اس اجماع کے صحیح ہونے پر واضح دلیلیں ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

قیامت میں ہر شخص کو اس کے امام کے نام سے بلایا جائیگا:

وجوب تقلید پر دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (جس دن ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے)

سورۃ بنی اسرآویل

آیت ا ۷

اس آیت کے تحت قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں کہ امام سے مراد وہ ہے جس کی تم اقتداء کرتے ہو یعنی نبی یا دینی پیشوا اور یہی مضمون ''تفسیر مدارک'' میں بھی ہے۔

۲۔ تفسیر معالم میں ہے کہ سعید بن جبیر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ امام سے مراد اس زمانہ کا امام ہے جو لوگوں کو گمراہی یا ہدایت کیطرف بلاتا ہے اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ہر قوم اپنے رئیس کی طرف جمع ہوگی چاہے وہ خیر میں ان کا رئیس ہو یا شر میں۔

۳۔ تفسیر حسینی میں ہے کہ اس سے مراد وہ پیشوا ہیں جن کی مذہب میں متابعت کی جاتی ہے مثلاً یوں بلایا جائے گا۔ اے شافعی، اے حنفی، جس امتی کا مقتدا، کامل و مکمل ہوگا وہ اپنے پیروکاروں کی شفاعت کرے گا۔

۴۔ امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام ناصر الدین

لقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا تو بعد میں کسی صالح نے خواب میں انہیں دیکھا اور دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے دو فرشتوں نے بٹھایا تاکہ مجھ سے سوال کریں۔ اتنے میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ کیا اس جیسوں سے بھی سوال کی حاجت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں، اس سے ہٹ جاؤ تو وہ دونوں فرشتے چلے گئے۔

۵۔ امام موصوف اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ صوفیاء فقہاء سب اپنے مریدوں اور مقلدوں کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے پیروکاروں کا روح کے نکلتے وقت، منکر ونکیر کے سوال کے وقت، حشر ونشر اور صراط وحساب کے وقت خیال رکھتے ہیں۔ کسی مرحلے پر ان سے غافل نہیں ہوتے۔ الخ

جب صوفیاء اپنے عقیدت مندوں کا دنیا و آخرت کی مشکلات میں خیال فرماتے ہیں تو آئمہ مجتہدین کا کیا کہنا جو کہ آئمہ مذاہب، اوتاد الارض، اوتادین اور امت مرحومہ پر شارع کے امین ہیں۔ لہذا ابرادران من ان آئمہ میں سے جس امام کو چاہو اس کی تقلید کر کے نفس کو جوش اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔ مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے روز ہر شخص کو اس کے امام کے نام سے بلایا جائے گا۔ جس کا امام عالم، مجتہد، متورع اور متقی ہوا تو وہ اپنے مقلد و تابع کی شفاعت کرے گا اور اوصاف جلیلہ ان چاروں اماموں میں بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ
پ ۲۱ سورۃ لقمان ع ۲
آیت ۵

(اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔)

اور یہ آئمہ کرام باتفاق امت منیبین الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) ہیں لہذا انکی متابعت ہم پر لازم وواجب ہے۔

دلیل نمبر ۳:۔

مومنین کی راہ سے جدا راہ چلنے والے کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا

وجوب تقلید پر تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا
پ ۵ سورۃ النساء
آیت ۱۱۵

(اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی)

تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۲۷۴ پر لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ سے پوچھا گیا کہ حجیت اجماع قرآن پاک کی کس آیت سے ثابت ہے تو آپؒ نے تین سو مرتبہ قرآن پاک پڑھا اور پھر آپؒ نے اسی آیت کریمہ کو اجماع کی حجیت پر دلیل قرار دیا۔ استدلال کی تقریر یوں ہے کہ جب سبیل مومنین کے غیر کا اتباع حرام ہے تو پھر سبیل مومنین کا اتباع یقیناً واجب ہوگا۔ تفسیر مدارک میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ اجماع ح، حاجت ہے اور اس کی مخالفت اسی طرح ناجائز ہے جیسے قرآن وسنت کی مخالفت ناجائز ہے۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آیت مقدسہ مخالفت اجماع کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ جب غیر سبیل المومنین کی اتباع حرام ہے تو پھر سبیل المومنین کی اتباع واجب ہوئی۔ اور جب تمام علماء کرام اور صلحاء امت تقلید کو واجب اور غیر مقلدیت کو سخت گناہ قرار دیتے ہیں تو پھر ان تمام بزرگ علماء کی مخالفت اس آیت کریمہ کی مخالفت ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو اس طور پر خطاب فرمایا کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ ٦ سورۃ آل عمران آیت ١١٠)	تم بہتر ہو سب امتوں میں۔ جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

اور علماء امت نے ترک تقلید کو برا قرار دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا۔ تو جو

کوئی ترک تقلید کو جائز سمجھے گا وہ علماء کے قول کی خلاف ورزی کر کے اس آیت کا منکر ہو جائے گا۔ معاذاللہ من ذلك

نوٹ سوال اور جواب:

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ؟ غیر مقلدوں کے فرقوں میں بھی تو وہابیہ، مرزائیہ اور نیچریہ وغیرہ جماعت مومنین ہیں تو ان کی اتباع ہی کافی ہے۔اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ غیر مقلدوں کے یہ فرقے شریعت کے چار اصولوں میں سے دو کو بزعم خویش مانتے ہیں اور دو کا انکار کرتے ہیں اس بناء پر یہ سواد اعظم اسلام سے خارج اور اہل سنت و جماعت سے دور ہو گئے۔لہٰذا دوزخ سے نجات پانے کے لئے ان کی اتباع کافی نہیں ہے وگرنہ تو ہر باطل فرقہ مثلاً رافضیہ، خارجیہ، معتزلہ، جبریہ اور قدریہ وغیرہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے علماء کے پیروکار ہیں۔تو جو جواب غیر مقلدین ان کو دیں گے۔وہی جواب مقلدین کیطرف سے مقلدین کے لئے ہوگا۔

دلیل نمبر۴:

اہل ذکر سے مراد اولوالامر ہے:

چوتھی دلیل وجوب تقلید پر یہ آیت کریمہ ہے۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (یعنی اگر تم احکام دین کو نہیں جانتے تو اہل ذکر و دانش سے پوچھو)

پ ۱۴ سورۃ النحل

آیت ۴۳

اس آیت مقدسہ میں تین امور قابل ذکر ہیں۔اول سوال کرنا، دوم، سوال بھی ہر کس و ناکس سے نہیں بلکہ اہل ذکر سے۔سوم، سوال اس وقت ہوگا جب اسے مسئلہ واقعہ قرآن وحدیث سے دستیاب نہ ہوسکے تو پھر اسے اپنے مجتہد مذہب سے سوال کرنا لازم ہے اور جوکوئی کسی سے سوال کرے اور اس کے قول کو اپنے اوپر لازم سمجھے تو وہ اس کا مقلد ہوگیا اور اگر سوال نہ کرے یا سوال تو کرے مگر مجتہد کے قول پر عمل نہ کرے۔تو وہ غیر مقلد ہوگیا۔باقی یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ اہل ذکر کون ہے، امام مذہب یا ہر نیم خواندہ۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایک شخص نماز بھی پڑے گا، روزہ بھی رکھے گا، حج بھی کرے گا اور جہاد میں بھی شریک ہوگا مگر وہ منافق ہوگا۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جب وہ یہ سب کچھ کرے گا تو اس میں نفاق کہاں سے داخل ہوگا۔ارشاد فرمایا کہ اپنے امام پر طعن کرنے کی وجہ سے حالانکہ اس کا امام اہل ذکر سے ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ اہل ذکر سے مراد وہی اولوالامر ہیں جن کا ذکر دلیل اول میں مذکور ہو چکا ہے اور قول صحیح کے مطابق اولوالامر سے مراد علماء راسخین اور آئمہ مذاہب اربعہ ہیں۔جن کی

شان میں یہ آیات شریفہ صادق آتی ہیں۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُو الْاَلْبَابِ (اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے)

پ ۳ سورۃ بقرہ

آیت ۲۶۹

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ (نصیحت وہی مانتے ہیں جنہیں عقل ہے)

پ ۱۳ سورۃ الرعد

آیت ۹

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (تو عبرت لو اے نگاہ والو)

پ ۲۸ سورۃ حشر

آیت ۲

وہ لوگ ہرگز اولوالامر سے مراد نہیں ہو سکتے جنہوں نے فارسی اور اردو کی چند سطریں پڑھ لیں اور زہد و تقویٰ کے کوچہ سے بھی نہ گزرے ہوں نہ ہی علماء ربانیین کے پاس کبھی گئے ہوں۔ اور تفسیر قرآن و حدیث اپنی رائے سے کر کے ان احادیث صحیحہ کا مصداق بنتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

احکام شریعت، مجتہدین سے پوچھنے چاہییں نہ کہ محدثین ومفسرین سے (۱-۶)

۱۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ جو کوئی بغیر علم کے قرآن پاک میں گفتگو کرتا ہے تو اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالینا چاہیے۔ (ترمذی)

۲۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا کر ان سے سوال کریں گے۔ تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (ترمذی)

۳۔ مشکوۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم سفر کو نکلے۔ ہم میں سے ایک صاحب کے سر میں پتھر لگا اور وہ زخمی ہو گئے۔ انہوں نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لئے تیمم کی اجازت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تیرے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے کیونکہ تو پانی پر قادر ہے۔ انہوں نے غسل کیا اور فوت ہو گئے۔ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر ہم نے یہ واقعہ عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ خدا انہیں قتل کرے۔ اگر وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا۔ یقیناً عاجز کی شفا سوال کرنے میں ہے۔

اگر صحابہ کرام مجتہدین صحابہ سے سوال کیے بغیر اپنی رائے سے فتویٰ دیں تو اس قدر عتاب کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قتلھم اللہ تو پھر کتنا افسوس ہے اس دور

کے نیم خواندہ لوگوں پر جو علماء راسخین کے اقوال کو چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تشریح کرتے ہیں اور عوام الناس کے ایمان کو برباد کرتے ہیں۔ لہذا اس قوم کو ایمان کا لٹیرا کہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

۴۔ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہی کہ یہ علم دین ہے۔ ذرا غور کرو کہ دین کس سے حاصل کرتے ہو۔ (مسلم، دارمی)

۵۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں فتویٰ نہیں دیتے تھے فرماتے تھے کہ جب تک یہ عالم تم میں موجود ہے مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ ابن مسعود ابوموسیٰ اشعری کی بہ نسبت زیادہ فقیہ تھے رضی اللہ عنہما۔

۶۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی جلالت قدر کے باوجود جب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے تو رفع یدین اور فجر کی نماز میں قنوت کو ترک کر کے نماز پڑھتے۔ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ اس جلیل القدر امام کا ادب ہم میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کے پاس حاضر ہو کر اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ ''مرقات شرح مشکوۃ'' وغیرہ میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وشہرت ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ جیسا مرد کامل اور جلیل القدر امام ہی عظمت کو سمجھ سکتا ہے کہ قبر میں آپ کو زندہ جان کر ان کے مذہب کے خلاف عمل نہ فرمایا۔ کیوں نہ ہو کہ تفقہ فی الدین، ان ہی نیک افراد کو بدرجہ اکمل حاصل ہو، اور یہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا فرماتا ہے (بخاری) احکام شریعت فقیہ کامل اور

مجتہد مذہب ہی سے پوچھنے چاہیں نہ کہ محدثین ومفسرین کرام سے کیونکہ ''ہر کسے را بہر کارے ساختند''۔

دلیل نمبر ٦:

علماء مجتہدین کی فرمانبرداری کا امر:

محدثین کرام کو احادیث کی تصحیح اور راویوں کی تنقید کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور مفسرین کرام کو معانی قرآن کے بیان کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔اور ان دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے دائرہ کار میں خوب محنت فرمائی اور بفضل اللہ تعالیٰ اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

اور فقہا کرام کو پروردگار عالم نے قرآن وحدیث سے مسائل کے استخراج کے لئے پیدا فرمایا۔تو انہوں نے احکام شرعیہ کے استخراج واستنباط کے عمل کو نقطہ انتہاء تک پہنچایا اور ہم دور افتادہ لوگوں کے لئے راستہ آسان فرما دیا۔اور ان حضرات نے خداداد علم وتقویٰ کی روشنی میں نصوص متناقضہ میں تطبیق دی۔محکم وموول، ناسخ ومنسوخ اور مقدم وموخر میں امتیاز کیا۔اسی وجہ سے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک تمام امت مرحومہ نے ان کی تقلید کو اختیار کیا اور ان کی غلامی کو اپنی سعادت سمجھا۔علماء، صلحاء، فضلاء، اتقیاء، اقطاب، اوتاد اور راہ حق کے تمام متلاشیوں اور حضور اقدس ﷺ کے سب عاشقوں نے خود کو کلیتہً میدان شریعت کے ان شہسواروں کے سپرد کر دیا۔جب اقوال محدثین ومفسرین اور ارشادات مجتہدین کے مفردات جمع ہو کر

ایک معجون بن جاتے ہیں تو اس معجون کا نام شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہوتا ہے۔

لہذا ہم دور افتادہ کم علموں کے لئے ان ائمہ دین کی تقلید واجب ہوئی اور یہی راہ نجات ہے۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق اور احادیث کی تشریح اپنے زعم فاسد کے موافق کرنے کا نام راہ نجات نہیں ہوسکتا۔

بخدا راہ نجات ائمہ دین کی پیروی وتقلید میں ہی ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم انہی کی راہ چلو)

پ ۷ سورۃ انعام آیت ۹۱

دلیل نمبر ۷:

تقلید شخصی کے متعلق غیر مقلدین کے سوالات

اور ان کے جوابات:

سوال:۔ غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ جن اولوالامر کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ان سے مراد ان بزرگوں کو لینا ہمیں تسلیم ہے اور یہ بھی ہم مانتے ہیں کہ اہل ذکر بھی یہی ہیں اور ان کی تقلید ہم پر واجب ہے مگر تقلید شخصی کا ثبوت کہاں سے آیا بس تقلید میں تو اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارا کوئی عمل ان ائمہ اربعہ کے خلاف نہ ہو۔

جواب:۔ دو، تین یا چار ائمہ کی تقلید ناممکن ہے کیونکہ فروع احکام میں ان ائمہ مجتہدین

کے درمیان متعدد اختلافات موجود ہیں۔ ایک ہی فعل کو ایک امام واجب کہتے ہیں تو اسی کو دوسرے حرام قرار دیتے ہیں۔ مثلاً اخراج دم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقض وضو ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقض نہیں یوں ہی عورت کو مس کرنا امام شافعی کے نزدیک ناقض وضو ہے اور امام اعظم کے نزدیک نہیں۔

اسی طرح امام مالک و امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بھی کئی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا اجائے تو دیگر ائمہ کی مخالفت اور اگر دوسروں کے قول کو مانا جائے تو امام اعظم کی مخالفت لازم آتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ چاروں کی تقلید ناممکن ہے۔ اور یہی حال ہے تین یا دو کی تقلید کرنے کا۔ تو اب تقلید میں سوائے اس کے کوئی صورت نہ رہی کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے اور یہی تقلید شخصی ہے۔

اور اگر وہ یہ کہیں کہ بعض مسائل میں ہم ایک امام کی تقلید کرتے ہیں اور بعض میں دوسرے کی یونہی بعض میں تیسرے اور بعض میں چوتھے کی تو دائرہ تقلید سے بہر حال ہم باہر نہ ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تلاعب فی الدین ہے جو کہ حرام وممنوع ہے۔

۱۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ہو کبھی ایک کی طرف جاتی ہے کبھی دوسرے کی طرف

(مسلم شریف)

۲۔ دوسری حدیث میں ہے لوگوں میں سے بدترین وہ ہے جو دورخی اختیار کرتا ہے ایک کے ساتھ کسی اور طریقے سے پیش آتا ہے اور دوسرے کے ساتھ کسی اور

طریقے سے (بخاری)

۳۔ اوران پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی صادق آتا ہے کہ

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا (پ ۱۰ سورة التوبة)	(ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر کفر میں بڑھنا اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں۔)

یعنی ایک ہی چیز کو ایک سال حلال اور دوسرے سال حرام کہتے ہیں۔

۴۔ مثلاً ہمارے اس دور کے خلافتی علماء دو سال پہلے ولایتی کپڑے پہننے کرسی نشینی اور حکام وقت کی ممبری کو حرام کہتے تھے۔اور اب ان سب کو فرض سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہیں۔افغانستان کی طرف ہجرت کو فرض سمجھتے تھے۔چنانچہ ہزارہا مخلوق خدا کو بے خانماں کیا اور تقریباً چھ ماہ بعد یہ حرام ہو گیا۔اگر یہ دین کے اندر تلاعب نہیں تو اور کیا ہے؟

باب ۴

عمل کے بعد کسی امام کی تقلید سے پھر جانا، بالاتفاق ممنوع ہے (۱-۲۵)

۱۔ اب علماء راسخین کی کچھ عبارتیں تقلید شخصی کے وجوب سے متعلق پیش کی جاتی ہیں۔ شیخ ابن ''ہمام تحریر الاصول'' میں، شیخ ابن حاجب ''مختصر الاصول'' میں اور صاحب درمختار اپنی کتاب درمختار میں ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں کہ عمل کے بعد کسی امام کی تقلید سے پھر جانا بالاتفاق ممنوع ہے۔

۲۔ ''بحرالرائق'' میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد پر آپ کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔ کسی اور قول کو اپنانا اس کیلئے جائز نہیں جیسا کہ شیخ قاسم اپنی تصحیح میں فرماتے ہیں۔ تمام اصولیوں سے منقول ہے کہ بعد العمل کسی امام کی تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق صحیح نہیں۔

۳۔ مسلم الثبوت میں عبدالبر مالکی سے منقول ہے کہ مذاہب کی رخصتوں کی

اتباع کرنا بالاجماع ناجائز ہے۔

۴۔ مجمع البحارین میں ہے کہ اصولیوں نے اس کو مصلحت کی بناء پر ممنوع قرار دیا ہے بعض ائمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص ہر مذہب میں سے اس حکم کو اپناتا ہے جس میں آسانی ہو تو وہ فاسق ہے۔

۵۔ امام شعرانی ''میزان'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ راستے کی تقریب کے لئے تمام علماء شریعت نے کسی مذہب معین کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔

۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''انصاف'' میں لکھا کہ دوسو سال کے بعد لوگوں نے مجتہدین کے مذاہب کو اپنانا شروع کیا اور بہت ہی کم لوگ ایسے ہو گے جو کسی خاص امام کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس دور میں یہ واجب تھا موئف کہتا ہے کہ اگر اس دور میں تقلید شخصی واجب تھی تو ہمارے زمانے میں بدرجہ اولی واجب ہے۔

۷۔ ملا علی قاری نے رسالہ ''تشییع الفقہاء'' میں لکھا ہے کہ ان مذاہب اربعہ میں سے کسی معین مذہب کو اپنانا واجب ہے۔

۸۔ تفسیر احمدی میں مرقوم ہے کہ کسی مذہب معین کو لازم پکڑ کر اس پر دوام واجب ہے کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا صحیح نہیں۔

۹۔ فتح القدیر میں ہے کہ ثابت ہو گیا ہے کہ مذہب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صحیح مذہب ہے۔ اس پر عمل کرنا مقلد کے لئے واجب ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کے قول پر فتویٰ دینا آپ کے مقلدوں کے لئے جائز نہیں۔

۱۰۔ عالمگیری اور جواہر الاخلاطی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی حنفی مذہب سے شافعی مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو اس پر تعزیر ہے۔

۱۱۔ علامہ حموی نے ''شرح اشباہ'' میں فتح القدیر کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ علماء احناف کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی اجتہاد و برہان کے ساتھ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو تعزیر کا مستحق ہے۔ لہذا اگر کوئی بلا اجتہاد و بلا دلیل ایسا کرے گا تو بدرجہ اولی مستحق تعزیر ہوگا۔

۱۲۔ قہستانی نے نقایہ شرح ہدایہ کی کتاب القضاء میں امام ابوبکر رازی کا قول نقل کیا کہ اگر کوئی جان بوجھ کر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

۱۳۔ شرح مسلم الثبوت کے ص ۶۲۲ پر لکھا ہے کہ مجتہد مطلق کے علاوہ ہر شخص پر کسی مجتہد کی تقلید لازم ہے اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴۔ امام شعرانی میزاب کے ص ۲۴ پر فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ سوال کرے کہ کیا اس شخص پر تقلید شخصی واجب ہے جو شریعت کے پہلے چشمے سے قاصر ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اس پر بھی تقلید واجب ہے تا کہ نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسروں کو گمراہ کرے۔

۱۵۔ ردالمحتار (شامی) جلد چہارم ص ۲۸۳ پر ہے کہ عامی کے لئے مذہب سے پھرنا جائز نہیں۔ اس امر میں حنفی اور شافعی برابر ہیں۔ موئف کہتا ہے کہ عامی سے مراد غیر مجتہد ہے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے۔

۱۶۔ ملا علی قاری شرح عین العلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی مذہب کو لازم پکڑے تو اب کسی مسئلہ میں اس کے غیر کی تقلید نہیں کرسکتا۔ مثلاً حنفی یا شافعی۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''عقد الجید'' میں لکھتے ہیں کہ جب تک کسی میں اجتہاد کی تمام شرائط نہ پائی جائیں اس کے لئے اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کو کیا معلوم کہ وہ منسوخ ہو چکی ہو، موول ہے یا محکم ہے اپنے ظاہری معنی پر، ابن حاجب نے ''مختصر'' میں اور اس کے پیروکاروں نے بھی اسی قول کی طرف میلان کیا ہے۔

۱۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تحقیق حنفی فقہ کا ہی راستہ بالکل صحیح ہے اور یہی فقہ مشہور حدیثوں کے ساتھ موافق ہے اور ان صحیح حدیثوں پر حنفیوں کا عمل ہے جو حدیثیں امام بخاری اور ان کے اصحاب نے جمع کی تھیں۔ (اگرچہ امام بخاری نے ان حدیثوں کو اپنی کتاب صحیح بخاری میں جمع نہیں کیا)

۱۹۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کے علم کے پاس، صاحب تحریر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جس مذہب کی تقلید کر چکا یعنی اس پر عمل کر لیا تو اب اس سے رجوع کرنا جائز ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۲۰۔ مولانا عبدالسلام شرح ''جوہرہ'' میں تحریر فرماتے ہیں اس پر اجماع منعقد ہے کہ مسائل اجتہادیہ اور فروعات میں اگر کوئی شخص ان ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کر لے تو وہ ان مسائل میں مشقت اٹھانے سے بری ہو گیا۔

۲۱۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے رسالہ ''مبداء و معاد'' میں فرماتے ہیں کہ آخر

کار اللہ تعالیٰ نے حنفی مذہب کی برکت سے مقتدی کی ترک قرات کے بارے میں مذہب حنفی کی حقانیت ظاہر فرمادی۔اور مذہب بدلنا الحاد ہے۔

۲۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں زیر آیت فلا تجعلو الله انداد اً (پ ا سورۃ بقرۃ آیت ۲۲)

لکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے چھ گروہ ایسے ہیں جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہے ان میں سے مجتہدین شریعت اور مشائخ طریقت بھی ہیں۔

۲۳۔ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت کی بحث آداب الامر میں رقمطراز ہیں کہ اپنے مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

۲۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح سفر السعادت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کے مرکز یہی چار ہیں جس کسی نے ان چار راستوں اور دروازوں میں سے کسی راستے اور دروازے کو اختیار کرلیا تو اب کسی اور دروازے پر جانا بے کار ہے اور اپنے کارخانہ عمل کے نظم وضبط کو خراب کرنے اور مصلحت کی راہ سے دور ہٹ جانے کے مترادف ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ علماء کی قرارداد اور صوابدید یہی ہے کہ آخری زمانہ میں مذہب کی تعیین لازمی ہے اور دین و دنیا کے کاموں کا نظم وضبط بھی اسی میں ہے۔ اولاً تو اختیار ہے کہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے مگر کسی مذہب کو اختیار کر لینے کے بعد دوسرے کی طرف رجوع کرنا وہم، بدظنی، افراتفری اور اعمال واقوال میں بدنظمی اور بے اعتدالی ہے۔علماء متاخرین اسی پر عمل پیرا ہیں یہی مختار ہے اور اسی میں خیر ہے۔

۲۵۔ امام قہستانی ''شرح مختصر وقایہ'' میں کتاب الاشربہ سے پہلے تحریر فرماتے ہیں کہ جنہوں نے متعدد حق بنائے مثلاً معتزلہ وغیرہ انہوں نے عامی کے لئے یہ ثابت کیا کہ ہر مذہب میں سے اپنے پسندیدہ احکام کو لے سکتا ہے اور جنہوں نے ایک حق بنایا جیسا کہ ہمارے علماء کرام انہوں نے عامی پر لازم قرار دیا کہ وہ ایک ہی امام کی تقلید کرے۔ اگر اس نے ہر مذہب سے مباح اشیاء کو اپنایا تو فاسق ہوگا جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے۔

اصل (۴) ب

امام اعظم ابوحنیفہ

نعمان بن ثابت

رحمتہ اللہ علیہ

باب (۱)

حنفی مذہب کو ترجیح دینے کا مُرَجِّح

(۱۔۹)

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک مذہب کو اپنانے کے بعد دوسرے مذاہب کیطرف انتقال ناجائز اور دین میں تلاعب ہے مگر حنفیوں کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کو لازم پکڑنا اور بہ نسبت دیگر مذاہب کے اس کو اطاعت کا زیادہ مستحق ٹھہرانا بھی تو ترجیح بلا مرجح ہے۔ اسی طرح شافعیوں کا مذہب شفعی کو زیادہ مستحق اتباع قرار دینا تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ شافعیوں کا جواب تو ان سے پوچھو البتہ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مذہب حنفی کو لازم پکڑتے ہیں اور اس کو تقلید واطاعت کا زیادہ حق

دار قرار دیتے ہیں تو یہ ترجیح بلا مرجح نہیں بلکہ اس ترجیح کا مرجح ہے۔

ان وجوہ ترجیح میں سے پہلی وجہ امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام ائمہ مذاہب سے اعلم، اقدم، زیدہ فقیہ اور زہد وتقویٰ میں اکمل ہونا ہے چنانچہ حضرت امام شعرانی شافعی المذہب ہونے کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف از روئے انصاف یوں بیان فرماتے ہیں کہ کسی کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ آپ تمام ائمہ میں سے اجل عالم، باعتبار تدوین مذہب کے سب سے مقدم اور باعتبار سند کے حضور اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ متعدد اکابر تابعین کے افعال کا آپ نے مشاہدہ فرمایا ہوا ہے۔ آپ کتاب وسنت کے پابند اور رائے سے بری ہیں۔ موئف رسالہ کہتا ہے کہ امام شعرانی جیسا عالم ربانی تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رائے سے بری قرار دیتا ہے اور آج کل کے اہل حدیث آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اہل رائے کا لقب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جلیل القدر اکابرین کی گستاخی پر معاف فرمائے۔

۲۔ شیخ ابن حجر مکی شافعی نے تو امام اعظم کے فضائل ومناقب میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جو ''خیرات الحسان فی مناقب النعمان'' کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ شیخ ابن عابدین حنفی ردالمختار (شامی) میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے مذہب کی شہرت ہی ان کے مناقب میں کافی ہے۔ آپ کے ہر قول کو کسی نہ کسی امام نے ضرور اپنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقلدوں کو آپ کے دور سے لے کر آج تک حاکم بنایا اور بہت سے اولیاء کرام نے آپ کے مذہب کی تقلید کی۔ بلکہ اکثر شہر اور

ملک ایسے بھی ہیں جہاں آپ کا مذہب ہی متعارف ہے اور کسی مذہب کو لوگ جانتے ہی نہیں مثلاً روم، ہند، ماوراء النہر اور سمرقند وغیرہ۔

۴۔ حکام عباسیہ اگر چہ اپنے دادا کے مذہب پر تھے مگر کتب تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت عباسیہ کے اکثر قاضی اور مشائخ الاسلام حنفی تھے سلجوقی وخوارزمی حکمران اور ان کے ممالک کے قاضی بھی غالباً حنفی تھے۔

۵۔ علامہ محمد طاہر حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مجمع البحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ آفاق میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر کا پھیلنا دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اس میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں نہ ہوتی تو اہل اسلام کی ایک عظیم جماعت اس کی تقلید پر مجتمع نہ ہوتی۔

۶۔ ملا علی قاری ہروی اپنے رسالہ ردقفال میں فرماتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ متقدمین ومتاخرین میں اکثریت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں کی ہے۔ بالخصوص روم، ماوراء النھر، ہند، سندھ، اکثر خراسان، عراق اور اکثر بلاد عرب میں آپ کے مقلدین کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ ان کی تعداد مسلمانوں میں دو تہائی ہے بلکہ بعض اندازہ لگانے والوں کے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر دور کے سلاطین آپ ہی کے مذہب پر ثابت رہے۔

۷۔ امام ربانی قطب دورانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے زہد وتقویٰ کی برکت اور متابعت سنت کے سبب

سے اجتہاد و استنباط میں اس قدر اونچا مقام حاصل کیا جسے دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکے اور ان اجتہادات کو دقت معانی کی وجہ سے کتاب وسنت کے خلاف قرار دیتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کو اصحاب رائے سمجھتے ہیں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ یہ لوگ ان کے علم ودرایت کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور ان کی فہم وفراست پر مطلع نہ ہو سکے۔

۸۔ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت کی باریکیوں سے کچھ حصہ حاصل کیا اور فرمایا کہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی عیال ہیں۔

۹۔ خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فصول ستہ میں جو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل فرمائیں گے۔ وہ اسی مناسبت سے لکھا ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا نہ یہ کہ وہ امام اعظم کے مقلد ہوں گے۔

الغرض امت مرحومہ کے اکثر علماء وصلحاء مذہب حنفی کے مقلد ہیں۔

اور غیر مقلدین ایسے عالم باعمل اور مرد کامل کے بارے میں بیہودہ باتیں کرتے ہیں اور مقلدین کو کافر قرار دیتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ کتب فقہ پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ان کتب ''الجرح علی ابی حنیفہ'' اور ''بوئے غسلین'' وغیرہ میں تصریحاً مذکور ہے۔ نہ جانے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان بدنصیبوں کی دشمنی کا باعث کیا ہے۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی گویا

رسول اللہ ﷺ کی اکثر امت سے دشمنی ہے۔

موئف عفی عنہ کہتا ہے کہ اس اصل رابع میں مذکور روایات اکثر مولانا محبوب احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ امرتسری کی تصنیف کتاب الجید فی وجوب التقلید سے منقول ہیں۔

باب (۲)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کی دس قسمیں

اب شیخ عالم محمد بن محمد الخوارزمی کی کتاب ''مسند کبیر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ'' سے کچھ روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ شیخ موصوف دیباچہ کتاب میں مناقب امام اعظم کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ولاتعداد ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے مگر آپ کے وہ کمالات جن میں آپ بالاتفاق منفرد وممتاز ہیں۔ اور آپ سے بعد میں آنے والے ائمہ میں سے کوئی بھی آپ کا شریک نہیں ہے وہ دس قسموں میں منحصر ہیں۔

قسم اول: ان آثار وروایات میں جو آپ کی مدح وتعریف میں وارد ہوئیں اور آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں ہیں۔

دوم: یہ کہ آپ دور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں پیدا ہوئے جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے خیر القرون ہونے کی گواہی دی۔

آپ نے اصحاب النبی ﷺ سے روایت کی

چہارم: آپ تابعین کے زمانہ میں ہی فتویٰ واجتہاد میں مشہور ہو چکے تھے۔

پنجم: آپ سے اکابر تابعین اور علماء مسلمین نے روایت کی۔

ششم: آپ نے چار ہزار تابعین سے علم حاصل کیا۔

ہفتم: آپ پر جس قدر اکابر مجتہدین متفق ہوئے آپ کے بعد کسی پر نہ ہوئے۔

نہم: آپ خلفاء وامراء سے تحفے اور انعامات قبول نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اپنی حلال روزی کو علماء وفقہا پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

دھم: آپ کی شہادت بھی دنیا اور اس کی وجاہت سے اجتناب کرنے کے سبب ہوئی۔

قسم ا۔ امام ابوحنیفہ کی تعریف میں روایات:

خوارزمی جامع مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد کامل ہوگا جس کو ابوحنیفہ کہا جائے گا۔ وہ قیامت کے دن تک میری امت کا چراغ ہوگا۔

۲۔ ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ وہ میری امت کا چراغ ہے ۳ دفعہ یہی ارشاد فرمایا۔

۳۔ اور جامع مسند کبیر نے اپنی مسند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب میرے بعد ایک مرد کامل آئے گا جس کو نعمان بن ثابت کہا جائے گا اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور میری سنت کو اس کے ہاتھ سے زندہ فرمائے گا۔

۴۔ جامع مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میرے بعد ایک شخص ظاہر ہوگا جو ابوحنیفہ کے نام سے مشہور ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری سنت کو اس کے ہاتھ پر زندہ فرمادے گا۔

۵۔ صاحب مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے شخص کی اطلاع نہ دوں۔ جو کوفہ میں ہوگا۔ اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اس کا قلب علم وحکمت سے پر ہوگا اور آخری زمانہ میں ایک فرقہ جسے بنانیہ کہا جائے گا۔ اس کی دشمنی کے غلبہ کی وجہ سے ہلاک ہوگا جیسا کہ رافضی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی عداوت کے سبب ہلاک ہوئے۔

۶۔ موئف عفی عنہ کہتا ہے کہ اگر بعض اہل حدیث یہ اعتراض کریں کہ ان احادیث کے راوی انجان ہیں تو میں کہوں گا کہ بعد میں آنے والے کسی راوی کی مجہولیت سلف پر قدح کا سبب نہیں بن سکتی۔ اگر یہ کہیں کہ یہ احادیث صحاح ستہ میں مذکور نہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ احادیث نبویہ علی صاجہا الصلوٰۃ والسلام صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں۔ اور ان احادیث سے قطع نظر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں وہ ایک ہی حدیث کافی ہے جو کہ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے ۔ جب سورہ جمعہ نازل ہوئی ۔ تو آپ نے اس کی تلاوت فرمائی ۔ جب آپ ان الفاظ پر پہنچے وآخرین منھم لما یلحقوابھم (اوران میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے) تو ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ جو ہم کو نہ ملے ۔ آپ نے اس کے ساتھ کوئی کلام نہ فرمایا ۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ہم میں موجود تھے ۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست اقدس ان پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی چڑھ گیا تو اس کی نسل کے لوگ اس کو پالیں گے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اہل فارس کے کچھ مرد اس کو پالیں گے اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں ۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نسباً فارسی ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ فارسیوں میں آپ کے پایہ کا کوئی عالم و مجتہد نہیں ہوا ۔ اسی وجہ سے شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ "لمحات" میں فرماتے ہیں کہ تابعین میں سے علم واجتہاد کی جو وسعت آپ میں ظاہر ہوئی وہ آپ کے غیر میں موجود نہیں تھی ۔ اور امام اعظم کی تابعیت کو نوع ثالث میں ثابت کیا جائے گا ۔

قسم ۲: ۔ امام ابوحنیفہ دور صحابہ میں پیدا ہوئے ۔

۱۔ یہ کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں پیدا ہوئے صاحب مسند کبیر اپنی سند کے ساتھ ابونعیم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ۔

۲۔ اور حماد ابن ابی حنیفہ سے روایت ہے کہ میرے والد ماجد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابوقاسم نے اپنی مسند میں روایت کیا کہ عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب ابوامامہ باہلی، واثلہ بن اسقع، عمرو بن حریث، عبداللہ بن ابی اوفی اور صحابہ کی ایک جماعت کا وصال امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ اضعف العباد محمد العربی الخوارزمی (جامع مسند کبیر) کہتا ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت دور صحابہ میں ہوئی یہ ان زمانوں میں سے ہے جن کے خیر ہونے کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی۔ اس پر اجماع ہے کہ آپ کی ولادت قرن اول میں، نشوونما ثانی میں اور اجتہاد وافتاء قرن ثانی کے آخر اور قرن ثالث کے اول میں واقع ہوا۔

قسم ۳۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات نقل کی ہیں:

اس بارے میں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی۔ اور اس پر اتفاق ہے البتہ ان صحابہ کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ چھ صحابی اور ایک صحابیہ، بعض کہتے ہیں پانچ صحابی اور ایک صحابیہ اور بعض کہتے ہیں کہ سات صحابی اور ایک صحابیہ تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۔ خوارزمی اپنی سند کے ساتھ امام ابویوسف سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ (علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے)

۲۔ خوارزمی نے اسی سند کے ساتھ ابوداؤد طیالسی سے روایت کی اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور عبداللہ بن انیس صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۴ھ میں کوفہ میں تشریف لائے جبکہ میری عمر ۱۴ سال تھی۔ میں نے انکی زیارت کی اور آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ کسی شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

۳۔ اور اسی سند کے ساتھ قاضی ابو یوسف سے روایت کی کہ ہم سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۶ھ میں جبکہ میں ۱۶ سال کا تھا اپنے والد ماجد کی معیت میں حج کو گیا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا۔ اپنے والد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ ہے جو کہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سنا تو وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا:۔

''جس نے دین میں فقاہت حاصل کی اللہ تعالیٰ اسے ہر غم میں کافی ہے اور اس کو رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا''۔

۴۔ خوارزمی اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن قاسم سے اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے سنا اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرماتے سنا جو کوئی اللہ کے لئے مسجد بنائے اگر چہ وہ بالکل چھوٹی سی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بناتا ہے۔

۵۔ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ ابو سعید جندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا اور وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے بھائی کی برائی کو ظاہر مت کر کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا اور تجھے مبتلا کر دے گا۔

۶۔ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ یحیٰ بن معین سے روایت کیا کہ امام ابو حنیفہ صاحب رائے نے عائشہ بنت عجر کو کہتے سنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا اکثر لشکر ٹڈیاں ہیں۔ نہ تو میں انہیں کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔ یہ ہیں پانچ صحابی اور ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جن لوگوں نے صحابہ کی تعداد سات بتائی ہے انہوں نے ان پانچ کے ساتھ معقل بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شامل کیا۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معقل کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ہوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۶۰ ھ میں ہوا اور ان حضرات نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی ان صحابہ میں شامل کیا اور یہ گمان کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی۔ حالانکہ انہوں نے نہیں سنی اس لئے کو جو روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے کی ہے وہ عن عن ہے۔ باقی حضرت انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ سے امام اعظم کے حدیث سننے میں کوئی مانع نہیں کیونکہ مشہور روایات میں یہ ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۹۱ھ، ۹۲ھ، یا ۹۳ھ میں ہوا اور ان کے وصال کے وقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بالاتفاق دس سال سے زائد تھی۔

قسم ۴:۔امام ابوحنیفہ تابعین کے زمانے میں ہی فتویٰ واجتہاد میں مشہور تھے:

علامہ خوارزمی اپنی سند کے ساتھ یحیٰی بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی بن مسہر کو کہتے ہوئے سنا کہ جب امام اعمش حج کے لئے نکلے تو اہل کوفہ نے انہیں رخصت کیا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ جب وہ قادسیہ کے مقام پر پہنچے تو امام اعمش کو مغموم دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا علی بن مسہر بھی ہمارے ہمراہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ فرمایا کہ اس کو بلاؤ۔ لوگ مجھے بلا کر ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے مجھے فرمایا جاؤ شہر میں امام ابوحنیفہ سے کہو کہ میرے لئے مناسک حج تحریر کردیں۔ تو میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مناسک مجھے لکھوائے اور پھر میں وہ لے کر امام اعمش کے پاس لوٹا۔

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ مجھے امام اعمش ملے اور کہا کہ تیرا رفیق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ کس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بیع الامۃ طلاقھا (لونڈی کی بیع اس کی طلاق ہے) اور تیرا رفیق کہتا ہے کہ لونڈی کی بیع طلاق نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ آپ نے خود ہی ہمیں حدیث بتائی کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی کی بیع کو طلاق نہیں بنایا۔ انہوں نے کہا۔ میں کہاں ایسی حدیث بیان کی۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا آپ نے ہمیں ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے اور انہوں نے عائشہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اختیار دیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ اگر لونڈی کی بیع طلاق ہوتی تو پھر اختیار کا کیا معنی ہوا۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے خریدا تھا۔ اگر بیع سے ہی طلاق ہو جاتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو اختیار نہ دیتے۔ اس پر امام اعمش نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے یعقوب کیا یہ اس حدیث میں ہے تو امام ابو یوسف نے کہا ہاں۔

اور امام محمد کہتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ ہے۔ امام اعمش نے کہا۔ کہ امام ابو حنیفہ فقہ کے مواضع دقیقہ کو بخوبی پہچانتے ہیں اور انہوں نے سراج قلبی کی خداداد روشنی میں علوم خفیہ کو ان کی عمیق گہرائیوں میں دیکھ لیا اور ان کے اسی قلبی سراج کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ میری امت کے سراج ہیں۔

قسم ۵:۔ امام ابوحنیفہ سے اکابر تابعین نے روایات نقل کی ہیں

اس بارے میں کہ مشائخ وکبار تابعین نے آپ سے روایت کی علامہ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بخاری حارثی رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ کبار تابعین نے آپ سے روایت کی جیسے عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ امام اعظم کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اوران ہی کی مثل دیگر اکابر علماء نے بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جیسے عبداللہ بن مبارک، یزید بن ہارون اورامام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں عباد بن عوام، ہشیم، وکیع، ہمام بن خالد، ابومعاویہ العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ باقی روایت کنندگان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

عبدالعزیز بن ابورواد، عبدالمجید بن عبدالعزیز ابن رداد، سفیان بن عیینہ فضیل بن عیاض، داؤد طائی، ابن جریج، عبداللہ یزید مقری، (ان سے نوسو (۹۰۰) احادیث مروی ہیں) سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ (ان سے ایک حدیث مروی ہے) مسعر بن کدام، اسماعیل بن ابوخالد، شریک بن عبداللہ، حمزہ بن حبیب المقری (ان سے کثیر احادیث مروی ہیں) اور عاصم بن ابی الجود امام القراء، شیخ امام

ابوحنیفہ، امام عاصم آپ سے سوال کیا کرتے تھے اور آپ کے قول سے عمل اخذ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔اے ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم ہمارے پاس چھوٹی عمر میں آئے اور ہم آپ کے پاس بڑی عمر میں آئے۔

قسم ۶:۔امام ابوحنیفہ نے چار ہزار تابعین سے علم حاصل کیا:

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ ابوحفص عمر بن امام ابوبکر سے روایت کی کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب میں اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ ان دونوں بزرگوں میں افضل کون ہے؟ ہر جماعت اپنے امام کی افضلیت کی قائل تھی۔امام المحدثین ابوعبداللہ بن ابوحفص کبیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصحاب شافعی کو کہا کہ امام شافعی کے مشائخ کتنے ہیں۔انہوں نے گنے تو اسی (۸۰) تک تعداد پہنچی پھر آپ نے اصحاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی کہا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ ۴۰۰۰ ہوئے۔

خوارزمی نے اپنی سند کے لیے ربیع بن یونس سے روایت کی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین ابوجعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے تو وہاں عیسیٰ بن موسیٰ موجود تھے۔جنہوں نے منصور سے کہا۔کہ اے امیر المومنین یہ آج دنیا کے عالم ہیں۔منصور نے کہا۔اے نعمان تو نے علم کہاں سے حاصل کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ (۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب عمر سے (۲) حضرت علی

مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب علی سے (۴) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب ابن مسعود سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب ابن عباس سے اور رعبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں آپ سے بڑا کوئی عالم روئے زمین پر موجود نہیں تھا۔ اس پر منصور نے کہا کہ آپ نے اپنے لیے بہت پختہ علم حاصل کیا اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آپ نے اپنے لئے بہت پختہ علم حاصل کیا۔

قسم ۷:۔ امام ابوحنیفہ سے اکابر تابعین متفق تھے:

جس قدر اصحاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مجتمع و متفق ہوئے اور کسی پر نہ ہوئے۔

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ قاضی القضاۃ ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے تمام مذاہب پر مذہب امام ابوحنیفہ کو ترجیح دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الائمہ، سراج الامۃ اور علوم شریعت کے مدون اول ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق کے ساتھ ان کی تائید فرمائی اور امت مرحومہ کی حفاظت کے لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اتنے اصحاب وائمہ جمع فرمادیئے جتنے کہ اطراف واکناف عالم میں کسی امام پر کسی دور میں جمع نہیں ہوئے۔

امام ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم انصاری جیسے صاحب فقہ ودرایت امام محمد بن حسن شیبانی جیسے عالم ربانی، امام زفر بن ہذیل تیمی عنبری جیسے ذہین وذکی، حسن

بن زیاد جیسے نفیس فاضل، وکیع بن جراع جیسے فقیہ واہل بصیرت، عبداللہ بن مبارک جیسے کامل فقیہ، داؤد بن نصیر طائی جیسے زاہد ومتورع، حفص بن غیاث نخعی، امام بن زکریا بن ابی زائدہ امام حماد بن ابوحنیفہ، یوسف بن خالد سمتی، عافیہ بن یزید ادری۔ حبان و مندل بن علی، علی بن مسہر، قاسم بن معز، اسد بن عمرو بجلی اور نوح ابن ابومریم وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علماء و مجتہدین، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں شامل ہیں۔

علامہ خوارزمی کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی واقعہ لایا جاتا تو آپ ان حضرات پر پیش فرما کر مشورہ کرتے اوراس پر بحث وتمحیص فرماتے۔ اس بارے میں ان سے اخبار وآثار سنتے اور خود سناتے۔ اور ایک ماہ یا کچھ زیادہ مدت تک اس پر مباحثہ ومناظرہ کے بعد جب کوئی قول ثابت ہو جاتا تو امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ اس کو تحریر فرما لیتے۔ اس طرح باہمی مشاورت کے ساتھ اصول مرتب فرماتے نہ یہ کہ دیگر ائمہ کی طرح تنہا ہی اصول وقواعد بنا دیتے تھے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ جو مجھے فلاں بن فلاں نے خبر دی (آگے اپنی سند کو بیان کیا) کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ ابوحنیفہ نے خطاء کی تو وکیع نے فرمایا ابوحنیفہ کیسے خطا کر سکتے ہیں جبکہ ابویوسف، زفر اور محمد جیسے قیاس دان اور مجتہد، یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ، حفص بن غیاث حبان ومندل پسران علی جیسے حافظ احادیث، قاسم بن معن یعنی ابن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود جیسے ماہر لغت وادب اور داؤد بن طائی وفضیل بن عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے زاہد ومتقی ان کے اصحاب

میں شامل نہیں ہیں۔ اور جس کے ہم نشین ان صفات کے حامل ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا۔ اگر ہو بھی تو یہ اس کو رد کر دیں گے۔

اس کے بعد وکیع نے فرمایا کہ ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو چار پایوں کی مانند یا اس سے بھی بدتر ہوں۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ حق امام ابو حنیفہ کے خلاف میں ہے تو میں اسے وہی کہتا ہوں جو فرزدق نے جریر سے کہا تھا۔

أُولٰئِكَ آبَآئِیْ فَجِئْنِیْ	یہ ہیں میری آبا و اجداد ان کی مثل
بِمِثْلِهِمْ اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ	لاؤ اے جریر جب ہمیں جمع کریں
اُلْمَجَامِعُ۔	مجالس۔

قسم ۸:۔ امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے استنباط مسائل کا کام شروع کیا:

سب سے پہلے علم شریعت کو بابوں اور کتابوں کے طور پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدون فرمایا پھر امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیب موطا میں آپ کی پیروی کی۔ اس سلسلے میں کسی نے بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت نہیں کی۔ کیونکہ صحابہ کرام اور کبار تابعین نے قوت حافظہ پر اعتماد کرتے ہوئے علم شریعت کی تبویب وتدوین کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب علم کو منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو خوف محسوس کیا کہ خلفاء سوء اس کو ضائع کر دیں گے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو علماء کی

موت کے سبب سے اٹھالے گا۔جاہلوں کے رئیس باقی رہیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم شریعت کو بابوں اور کتابوں کی صورت میں مدون فرمایا۔سب سے پہلے طہارۃ کو رکھا پھر نماز پھر روزہ پھر باقی عبادات اور اس کے بعد معاملات۔

سب سے پہلے کتاب الشروط کی وضع آپ نے ہی فرمائی۔کہا گیا ہے کہ آپ کے مسائل مستنبطہ کی تعداد پانچ لاکھ ہے۔اس کے باوجود آپ کا مذہب نحو اور حساب کے بعض ایسے غامض و دقیق مسائل کو بھی متضمن ہے جن کے استخراج سے ماہرین حساب و جبر و مقابلہ اور علماء عربیہ عاجز رہے۔

آپ ہی نے سب سے پہلے استنباط مسائل اور ان کے استخراج کے لئے قواعد اجتہادیہ کی بنیاد رکھی۔اس کی دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مقولہ ہے کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی عیال ہیں۔خوارزمی اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتے ہم نے امام ابوحنیفہ کی رائے سے زیادہ اچھی رائے کسی کی نہیں سنی۔اور ہم اکثر فتوے ان کے اقوال کے مطابق دیتے ہیں۔

قسم ۹:۔امام ابوحنیفہ کسب حلال سے گزر بسر کرتے تھے

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کسب حلال سے کھاتے اور مشائخ پر خرچ کرتے تھے۔تحفے اور ہدیے قبول نہیں فرماتے تھے۔

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ مسعر بن کدام سے روایت کیا کہ امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی اپنے عیال کے لئے کوئی چیز خریدتے تو ویسی ہی چیز مشائخ وعلماء کو دیتے اگر بچوں کے لئے کپڑے خریدتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔

شقیق بن ابراہیم بلخی سے مروی ہے کہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ ایک مریض کی عیادت کو جارہے تھے۔ سامنے ایک شخص آیا اور دیکھتے ہی چھپنے لگا مگر جب اسے خیال ہوا مجھے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا ہے تو شرمندہ ہو کر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس سے راستہ سے ہٹنے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے آپ کے دس ہزار درہم دینے ہیں جن کی میعاد ختم ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے۔ مگر میں ادا نہیں کرسکا۔ اس پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ میں نے وہ سب تجھے معاف کردیا اور مجھے دیکھ کر تیرے دل میں جو شرمندگی پیدا ہوئی اس میں مجھے بھی شامل فرما (پرائے حق کو ادا نہ کرنے سے تیرے دل میں جو حیاء پیدا ہوئی میرے دل میں بھی کاش اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنے سے یہ حیاء پیدا ہو جائے) مجھے معاف کردے۔ شقیق کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ حقیقتاً زاہد ہیں۔

قسم ۱۰:۔ امام ابو حنیفہ نے عہدۂ قضاء قبول نہ کیا اور شہادت پائی

آپ کا وصال جیل خانے میں مظلومیت کے عالم میں زہر خورانی کے سبب ہوا۔ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ عبدالوہاب سے روایت کی کہ خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو بلایا اور کہا کہ میں تم کو بہتری

کے لئے بلایا ہے۔اور تین عہد نامے پہلے سے لکھ کر اس نے رکھے ہوئے تھے۔سفیان سے کہا کہ یہ ہے تیرا بصرہ کی قضاء کا حکم نامہ اس کو لے کر وہاں پہنچ جائیں۔شریک بن عبداللہ سے کہا یہ ہے کوفہ کی قضاء کا حکم نامہ اس کو لے لو اور وہاں پہنچ جاؤ اور امام ابو حنیفہ سے کہا کہ آپ اس شہر کے قاضی ہوں گے اور یہ ہے اس کا حکم نامہ اس کو لے لو اور ساتھ ہی اپنے حاجب سے کہا کہ جو کوئی ان میں سے انکار کرے اسے سو کوڑے لگا دو۔شریک نے حکم نامہ لے لیا اور چلے گئے۔سفیان نے حکم نامہ تو لے لیا مگر اس کو جھ چھوڑ کر یمن کی طرف بھاگ گئے۔اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم نامہ لینے سے انکار کر دیا۔اس پر آپ کو سو کوڑے مارے گئے اور جیل بھیج دیا گیا اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

علماء کا اتفاق ہے کہ آپ کو عہدۂ قضاء پیش کیا گیا جس کو آپ نے قبول نہ فرمایا۔آپ کو محبوس کر دیا گیا اور جیل میں ہی وصال فرمایا مگر سبب وصال پر اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ کوڑے لگنے سے ہوا۔بعض کہتے ہیں زہر خورانی کی وجہ سے اور بعض نے اسی نوعیت کی کچھ اور اشیاء ذکر کیں۔

واللہ اعلم بالصواب

باب (۳)

امام ابو حنیفہ کے مخالفین کے سوالات اور ان کے جوابات

ا۔ اگر یہ کہا جائے کہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام اعظم پر اعتراض ، کا ذکر کیا ہے جو کہ ان مناقب مذکورہ کے خلاف ہیں تو اس کا جواب پانچ وجہوں سے دیا جائے گا۔ چار وجوہ سے اجمالاً اور پانچویں وجہ سے تفصیلاً۔

موئف رسالہ عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ علامہ خوارزمی نے اپنے مفصل رسالہ میں اس اعتراض کا بہترین جواب دیا۔ لیکن یہ مختصر رسالہ چونکہ اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے میں نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ جو کوئی اس جواب پر پوری طرح مطلع ہونا چاہتا ہے۔ تو اس کو علامہ موصوف کی ''مسند کبیر'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ البتہ اس بارے میں آپ نے جو پانچواں جواب دیا ہے اس کے بعض استنباطات واستدلالات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

علامہ خوارزمی ؒ نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ حدیث کی بجائے اپنی رائے پر عمل کرتے تھے۔ یہ بات تو وہی کہہ سکتا ہے جو فقہ سے بالکل تہی دامن ہو وگرنہ جسے فقہ سے ذرا بھی مس ہے وہ تو ازروئے انصاف اعتراف کرتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے زیادہ اخبار وآثار پر عمل کرنے والے ہیں معترض کا قول تین وجوہ سے باطل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مرسل حدیث پر بھی عمل کرتے اور اسی کو قیاس سے مقدم رکھتے ہیں۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

۲۔ انواع قیاس چار ہیں، امام صاحب کے نزدیک ''قیاس موثر'' حجت ہے:

وجوہ مبطلہ میں سے دوسری یہ کہ انواع قیاس چار ہیں۔ اول قیاس موثر یعنی اصل وفرع کے درمیان کوئی معنی مشترک موثر پایا جائے دوم قیاس مناسب یعنی اصل وفرع کے درمیان کوئی معنی مناسب پایا جائے سوم قیاس شبہ یعنی اصل وفرع کے درمیان احکام شرعیہ کی صورت میں مشابہت پائی جائے۔ چہارم قیاس مطرد، یعنی اصل وفرع کے درمیان کوئی معنی مطرد پایا جائے۔

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب قیاس شبہ اور قیاس مناسب کے بطلان کے قائل ہیں۔ البتہ قیاس مطرد میں آپ کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ بعض قائل ہیں اور بعض نہیں۔ ابوزید کبیر فرماتے ہیں کہ صرف قیاس موثر حجت ہے باقی حجت نہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی انواع اربعہ کو حجت مانتے ہیں اور اکثر قیاس شبہ

پر عمل کرتے ہیں۔

مثال نمبر ۱:۔ سرکہ مزیل نجاست ہے:

مثلاً شوافع کا یہ قول کہ سرکہ مائع (رقیق) ہے، کیونکہ اس کے ایک قطرہ کو دوسرے قطرہ پر نہیں رکھا جا سکتا تو جس طرح تیل نجاست کو دور نہیں کر سکتا اسی طرح سرکہ بھی نجاست کو دور نہیں کر سکتا، کیونکہ ان دونوں یعنی سرکہ اور تیل کے درمیان صورت میں مشابہت موجود ہے پس امام شافعیؒ نے سرکہ اور تیل کی ظاہری مشابہت کی وجہ سے دونوں کو ملا دیا ہے یعنی ایک ہی حکم میں لے لیا ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر معنوی کا اعتبار کرتے ہوئے سرکہ کو مزیل نجاست قرار دیا۔ کیونکہ ازالہ نجاست میں معنی موثر یہ ہے کہ جب کسی شئے سے ملے تو اسے نرم کر دے اور ملنے سے پھیل جائے اور نچوڑنے سے زائل ہو جائے اور یہ امر معنی سرکہ میں موجود ہے۔

تو پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ امام ابو حنیفہ تو قیاس کی ایک یا دو قسموں کو استعمال کرتے ہیں اور امام شافعی چاروں قسموں کی حجت بتاتے ہیں۔ اس کے باوجود خطیب بغدادی اور ان کے امثال یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ احادیث کے بجائے قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ محض غلبہ ہوا اور فقہ میں علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ جو شخص امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماخذ و مراجع پر مطلع ہوگا اس پر معترض کے قول کا بطلان منکشف ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ۔

مثال نمبر ۲:۔ نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

حدیث اعمٰی کی بناء پر کہ وہ مسجد میں آیا اور ایک گڑھے میں گر پڑا۔ اس پر کچھ صحابہ نے قہقہہ لگایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔ اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی پر عمل فرمایا اور اس کے مقابل قیاس کو ترک کر دیا۔ بخلاف امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ انہوں نے اس قہقہہ پر قیاس کیا جو نماز سے باہر ہو۔

مثال نمبر۳:۔ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے:

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیلتہ الجن والی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بناء پر فرمایا کہ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر امام اعظم احمد اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل کیا اور نبیذ تمر کو باقی اشربہ پر قیاس کرنے کو ترک فرمایا بخلاف امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ انہوں نے قیاس پر عمل کیا۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔ مگر خطیب بغدادی وغیرہ نے جب دیکھا کہ بعض ایسی احادیث پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل نہیں فرمایا جن پر امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ عمل پیرا ہیں تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ شاید ان پر عمل قیاس کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔ اور ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ ان احادیث پر ترک عمل قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے صحیح احادیث کی وجہ سے ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مثالی نمبر۴:۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب پانی دوقلوں تک پہنچ جائے تو نجاست کا حامل نہیں ہوتا۔ اس پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل متروک ہے۔ کیونکہ یہ صحیحین میں نہیں اس مین قلہ لفظ مشترک ہے اور اس کے اسناد میں بھی اضطراب ہے۔ اور اس کے مقابلے میں حدیث پر عمل فرمایا جو کہ شیخین (بخاری ومسلم) کی متفقہ رائے ہے۔ اور وہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور پھر اس سے وضو کرے۔ مسلم کے لفظ یہ ہیں کہ پھر اس سے غسل کرے۔

مثال نمبر۵:۔ پانی میں کسی پاک چیز کو ملایا جائے تو اس سے وضو جائز ہے:

اور حدیث ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ جس پانی میں کسی شئے کو تر کیا جائے اس کے ساتھ وضو مکروہ ہے۔ اس پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل نہیں فرمایا۔ کیونکہ خود، ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام سے اس کے خلاف حدیث روایت کی اور اس کے مقابلے میں امام صاحب نے اس حدیث صحیح پر عمل فرمایا جس کو شیخین نے بالاتفاق روایت کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

کہ اسے غسل دو بیری کے پتوں کے والے پانی کے ساتھ اور آخر میں کافور ڈالنا اسی صحیح کی بناء پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی پاک چیز مثلاً بیری کے پتے، کافور، اشنان، صابون، اور زعفران وغیرہ کے ملنے سے ماء مطلق کا نام زائل ہو جائے تو اس کے ساتھ وضو جائز ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۶:۔ جنبی حالت میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا جائز ہے:

اور جو حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں کہ عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو نا جائز ہے ان پر اس حدیث صحیح کی وجہ سے عمل ترک فرما دیا گیا ہے۔ جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں بروایت حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ جنبی ہوئے۔ میں نے ایک لگن یا برتن میں غسل کیا اور کچھ پانی بچ گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تا کہ اس پانی سے غسل فرما دیں تو میں نے عرض کیا کہ اس برتن سے میں نے غسل کیا ہے اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس پر کوئی جنابت نہیں اور نہ ہی اسے کوئی شئی پلید کرتی ہے اور پھر آپ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سے غسل فرمایا امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی بناء پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ جواز وضو کا قول فرمایا بخلاف بعض محدثین کے۔

مثال نمبر ۷:۔ جن جانوروں سے خون نہیں بہتا ان سے پانی پلید نہیں ہوتا:

وہ احادیث عامہ جو کسی حیوان کی موت کے سبب سے پانی کے پلید ہونے کے بارے میں وارد ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان جانوروں کے بارے میں ان احادیث پر عمل ترک فرمادیا جن میں دم سائل (بہنے والا خون) نہیں مثلاً مچھر، مکھی، زنبور اور بچھو وغیرہ کیونکہ اس کے مقابلے میں ایک خاص حدیث وارد ہے جس کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو پوری طرح ڈبودو پھر باہر نکال پھینکو کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء ہے اور دوسرے میں بیماری تو امام صاحب نے اس حدیث صحیح پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث عامہ کو ترک کردیا۔

مثال نمبر ۸:۔ مردار کی جلد دباغت سے پاک ہوجاتی ہے اور اس کی ہڈیاں، بال سینگ بھی پاک ہیں:

جو احادیث عامہ مردار کے بارے میں وارد ہیں ان پر دباغت جلد کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل ترک فرمادیا کیونکہ اس کے مقابلے میں اس حدیث صحیح پر آپ نے عمل فرمایا جس کے اخراج پر شیخین (بخاری و مسلم) متفق ہیں اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اس سے نفع کیوں نہیں

حاصل کیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ تو مردار ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف اس کا کھانا حرام ہے اسی بناء پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مردار کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف دوسروں کے اور اسی حدیث صحیح کی بناء پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مردار کی ہڈیاں بال، سینگ اور اون پاک ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر: ۹۔ خشک منی کو کھرچ دینا جائز ہے اور تر کو دھونا:

جو احادیث اس بارے میں وارد ہیں کہ منی کو دھونا واجب نہیں بلکہ کھرچ دینا بھی جائز ہے ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عمل نہیں کیا حالانکہ انہوں نے ان پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ خشک منی کو کھرچ دینا جائز ہے اور تر منی کو دھونا اس حدیث سے واجب قرار دیا جس کے اخراج پر شیخین کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہے کہ عطاء بن یسار کہتے ہیں مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے منی کو دھویا کرتی تھیں حضور علیہ السلام باہر تشریف لے جاتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے تو مجھے کپڑے پر دھونے کا اثر دکھائی دیتا تھا۔ اسی واسطے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منی کو نجس قرار دیا۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۰:۔ بوقت قضاء حاجت، قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت ہے:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرہ پر چڑھا تو رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت فرمار ہے تھے۔ دراں حالیکہ آپ علیہ السلام کا منہ قبلہ کی طرف اور پشت شام کی طرف تھی۔ خطیب اور اس کے امثال نے گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ نے اس پر عمل ترک کر دیا۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ابھی قضاء حاجت کی تیاری فرمارہے ہوں اور جب قضاء حاجت شروع کی ہو تو منہ قبلہ کی طرف سے پھیر لیا ہو۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ احتمال اس لئے بیان فرمایا تاکہ اس حدیث میں اور اس حدیث صحیح میں موافقت ہو جائے۔ جس کے اخراج پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہے اور وہ ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ مت کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف کیا کرو۔ اسی حدیث صحیح کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے قضاء حاجت کرنا ناجائز ہے۔ چاہے صحراؤں میں ہو یا آبادیوں میں بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۱:۔ سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہے:

اسی طرح وہ احادیث جن میں یہ آیا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے تین تین

مرتبہ وضو فرمایا۔انہوں نے یہ سمجھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔اور اسی وجہ سے آپ نے تکرار مسح کو مستحب قرار نہیں دیا۔جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ وضو تو غسل (دھونا) ہے اور اس میں تکرار مستحب ہے مسح چونکہ وضو نہیں لہذا اس میں تکرار بھی نہیں۔اور تکرار مسح کا عدم استحباب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کا عمل ترمذی کی اس حدیث صحیح پر ہے جو علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت فرمائی اور امام ترمذی نے ذکر کیا

نمبر ا:۔ یہ حکم مدینہ منورہ کے لئے ہے جہاں قبلہ ان دونوں جہتوں میں نہیں وگرنہ جن ممالک میں قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف ہے ان کا حکم مختلف ہے (مترجم عفی عنہ)

کہ اس میں انہوں نے سر کا مسح ایک دفعہ کیا اس کے بعد امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مثال نمبر ۱۲:۔ مغرب وعصر کی نمازوں کے اوقات:

تعجیل مغرب اور کراہیت تاخیر کے بارے میں وارد شدہ احادیث کے متعلق بھی یہی گمان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عمل نہیں فرمایا کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔باقی نمازوں کی طرح مغرب کے بھی دو وقت ہیں۔حالانکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر مکروہ ہے اور کراہیت تاخیر اس پر دلالت نہیں کرتی کہ اس وقت میں ادا ہی جائز نہ ہو جیسا کہ اصفرار شمس کیوقت صلوۃ عصر مکروہ ہے۔مگر ادا ہو جاتی ہے۔اسی طرح اگر شفق

کے غائب ہونے سے قبل نماز مغرب پڑھی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ جیسا کہ بخاری ومسلم کی متفقہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کھانا حاضر ہو تو نماز مغرب سے پہلے اسے کھالو۔ اس سے اعراض کرتے ہوئے نماز میں عجلت اسی بناء پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواز کا قول کیا بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۳:۔ نماز فجر روشنی میں پڑھنا افضل ہے:

اور یوں ہی لوگوں نے یہ سمجھا کہ نمازوں کو اول اوقات کے اندر پڑھنا زیادہ ثواب ہے پھر انہوں نے گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا افضل ہے اور امام ابوحنیفہ نے دونوں حدیثوں میں موافقت قائم کردی۔ جسے ترمذی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز خوب روشن کر کے پڑھو۔ کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی واسطے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسفار افضل ومستحب ہے تاکہ اس حدیث میں اور ایک دوسری حدیث میں موافقت ومطابقت ہو جائے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ بہترین عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے اور آخری وقت بھی تو اس نماز کا وقت ہی ہے باقی رہی یہ حدیث کہ اول وقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور آخر وقت معافی ہے تو یہ حدیث موضوع ہے ابن جوزی نے اس کی موضوعیت کی تصریح تو نہیں کی مگر اشارہ کیا ہے جبکہ بعض دوسرے حضرات نے تو صراحت کردی ہے کہ یہ موضوع ہے۔

مثال نمبر ۱۴:۔ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے:

بعض احادیث میں آیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد فجر کی نماز ہے تو لوگوں نے گمان کیا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کو ترک کرتے ہوئے صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر مراد لی ہے مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ امام موصوف نے یہ بات اپنی رائے سے نہیں بلکہ حدیث صحیح کی وجہ سے کہی جسے شیخین نے بالاتفاق علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یوم احزاب کو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھرے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی نماز عصر سے مشغول رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ اس حدیث کی وجہ سے آپ نے کہا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۵:۔ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے:

جہراً تسمیہ پڑھنے کے متعلق جو احادیث آئی ہیں۔ ان کے بارے میں گمان کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر قیاس کی وجہ سے عمل نہیں فرمایا۔ حالانکہ قیاس ورائے کے سبب سے نہیں بلکہ اس وجہ سے امام موصوف نے انہیں ترک کیا کہ ان کی صحت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اگر بعض صحابہ سے ان کی صحت کا کچھ ثبوت ملتا ہے تو وہ بھی بعض حصے میں باقی میں صحت ثابت نہیں ہوتی۔ مگر تعجب تو علی بن عمر دار قطنی پر ہے کہ جس نے تعصب سے کام لیتے ہوئے جہر بالتسمیہ پر کتاب لکھ ڈالی اور تمام موضوع و شبیہ اس میں جمع کر دیں۔ جس پر تمام محدثین نے اس کی تشنیع وتغلیط کی اور جب وہ مصر میں آیا تو امام مالک کے متبعین

میں سے ایک بزرگ نے اس سے کہا کہ میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے کیا جہر بالتسمیہ پر کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح مروی ہے؟ تو اس نے کہا کہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل نہیں فرمایا۔ بلکہ اس حدیث صحیح کو معمول بنایا جس کو شیخین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی نے بآواز بلند تسمیہ نہیں پڑھی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے تسمیہ سے قرات کی ابتدا نہیں کی۔ اسی وجہ سے تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جہر نہیں کیا جائے گا۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۶:۔ ترک فاتحہ سے نماز باطل نہیں ہوتی:

قراۃ فاتحہ کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں مثلاً حضور علیہ السلام کا ارشاد کہ نماز نہیں ہے مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ اور جس نماز میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ ناقص و ناتمام ہے۔ ان کے متعلق بھی یہ وہم کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ نے ان احادیث مذکورہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر فاتحہ کے علاوہ کچھ قرآن پڑھ لیا جائے تو بلا فاتحہ بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ انہوں نے یہ نہیں جانا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر اس طور پر عمل کیا ہے کہ تمام احادیث میں تطبیق ہوگئی۔ اس لئے کہ امام موصوف نے فرمایا ہے کہ اگر نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے کامل نہیں۔ پھر اگر جان بوجھ کر چھوڑی ہے تو گنہ گار ہے اور اس کی نماز ناقص و ناتمام ہے اور اگر بھول کر رہ گئی

ہے۔تو سجدہ سہو سے جبر نقصان ہو سکتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ نماز کامل و بافضیلت نہیں مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ لیکن آپ ترک فاتحہ سے اس کو باطل قرار نہیں دیتے۔اس حدیث صحیح پر عمل فرماتے ہوئے جس کو امت نے قبول کیا اور شیخین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) نے بالاتفاق اس کا اخراج فرمایا۔وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے غلط نماز پڑھنے والے کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ تکبیر کہہ اور پھر جو قرآن میں سے باآسانی پڑھ سکتا ہے پڑھ اور اس حدیث پر اس واسطے عمل واجب ہے کہ یہ قرآن پاک کے موافق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو)

پارہ ۲۹ سورہ مزمل

آیت ۲۰

اس واسطے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ترک فاتحہ سے نماز باطل نہیں ہوتی بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۷:۔تشہد: التحیات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا صحیح ہے:

اسی طرح تشہد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لوگوں نے یہ خیال کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو قیاس سے چھوڑ دیا ہے۔حالانکہ انہیں یہ پتہ نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وجہ سے تشہد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ترک کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ تشہد کے بارے میں حضور علیہ السلام سے

جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ ان سب میں سے صحیح ترین حدیث عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے۔ پھر اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام علیہم الرضوان کا عمل اسی پر ہے۔

مثال نمبر ۱۸:۔ نماز میں شک ہو تو غالب گمان ڈھونڈے:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب تم میں کسی کو نماز میں شک لاحق ہو جائے تو یقینی (کم) پر بنا کرے لوگ یہ سمجھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا، اور قیاس کو اپنایا ہے۔ حالانکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث پر اس صورت میں عمل کیا جب غلبہ ظن نہ ہو اور بصورت غلبہ ظن تحری کرے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے (کہ) کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو درستگی کے لئے جانچ کرے۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۹:۔ صبح کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا:

نماز فجر میں قنوت پڑھنے کے متعلق وارد شدہ احادیث پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترک عمل قیاس کے سبب سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ آپ کو ان کے منسوخ ہونے کا علم تھا۔ دلیل نسخ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جو صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھی اور بعض عرب قبائل کے لئے بد دعا کی پھر آپ ﷺ نے قنوت ترک فرمادی۔

مثال نمبر۲۰:۔ وہ اوقات جن میں نماز جنازہ پڑھنا اور دفنانا منع ہے:

نماز جنازہ کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث عامہ کے عموم پر عمل کو ترک کر کے اوقات ثلثہ مکروھہ میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دینا قیاس ورائے کی بناء پر نہیں بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خاص حدیث صحیح سے ان احادیث عامہ میں تخصیص کی اور وہ حدیث امام مسلم نے صحیح مسلم میں اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے ہم کو جنازہ کی نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مثال نمبر۲۱:۔ گھوڑوں اور غلاموں پر زکوۃ ہے:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنی امت سے گھوڑوں اور غلاموں کا صدقہ مٹا دیا ہے۔ لوگوں نے یہ بدگمانی کی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا۔ حالانکہ امام موصوف کا عمل اس حدیث صحیح پر ہے جسے بخاری ومسلم نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے گھوڑوں کو باندھا اور پھر ان کی پیٹھوں اور گردنوں میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں روکا تو وہ اس کے لئے پردہ ہوں گے۔ لہذا اس حدیث صحیح پر عمل کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہے۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر۲۲:۔ سنگیاں لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حاجم ومحجوم یعنی سنگی لگوانے والے اور لگانے والے دونوں کا روزہ نہیں رہتا۔ لوگوں کو بدگمانی ہوئی کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث پر قیاس کی وجہ سے عمل نہیں کیا حالانکہ امام موصوف نے اس کے معنی وتاویل کو سمجھ کر اس کے معنی پر عمل فرمایا۔ باقی رہا یہ کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو یہ اس حدیث صحیح کی بناء پر ہے جسے ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے روزے کی حالت میں سنگی لگوائی۔

مثال نمبر۲۳:۔ حج اور عمرہ کا اکٹھے احرام باندھنا افضل ہے:

مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حج افراد فرمایا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حج قرآن کو افضل قرار دینا قیاس ورائے سے نہیں کہ ترک حدیث بمقابل قیاس لازم آئے بلکہ اس حدیث صحیح کی بناء پر ہے جس کو شیخین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو حج وعمرہ کا اکٹھا تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔

مثال نمبر ۲۴:۔ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ محرم نہ تو خود اپنا نکاح کر سکتا ہے اور نہ کوئی اور اس کا نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح پیغام نکاح بھی نہیں دے سکتا۔ یہاں بھی یہی وہم کیا گیا کہ قیاس کے سبب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل ترک کیا حالانکہ امام موصوف کا عمل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث صحیح پر ہے جس کو بخاری و مسلم نے بالاتفاق روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔

مثال نمبر ۲۵:۔ پڑوسی حق شفعہ کا زیادہ حقدار ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شفعہ اس چیز میں ہے جو تقسیم نہ ہو چکی ہو گمان کیا گیا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بجائے اس حدیث کے اپنے قیاس ورائے پر ہے۔ حالانکہ امام موصوف اس صحیح حدیث پر عمل پیرا ہیں جسے شیخین نے بالاتفاق روایت کیا وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ پڑوسی اپنے قرب کے سبب سے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

مثال نمبر ۲۶:۔ نفلی عبادت سے سنت افضل ہے:

اسی طرح وہ احادیث عامہ جو نفلی عبادات کی ترغیب کے بارے میں وارد ہیں۔ ان کے متعلق بھی خطیب بغدادی وغیرہ نے یہی گمان کیا کہ بسبب قیاس کے ان پر عمل نہ کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نکاح میں مشغول ہونا

عبادات نافلہ سے افضل ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امام موصوف کا عمل حدیث صحیح پر ہے جو کہ یہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲۷:۔ بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے:

وہ عام احادیث جو نکاح میں وارث کے ہونے کی شرط ہے مثلاً وارث کے سواء نکاح صحیح نہیں ہے وغیرہ نے تو گمان کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ نے قیاس کی وجہ سے عمل نہیں کیا کیونکہ امام صاحب نے کہا ہے کہ کہ بالغہ عورت کا نکاح وارث کے سواء جائز ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ نے صحیح حدیث پہ عمل کیا ہے جس کو ترمذی نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے گی۔ اور اس کی اجازت خاموش رہنے میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صحیح حدیث پر عمل کیا ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے کہ خنساء کی ان کے والد نے شادی کرادی حالانکہ وہ بات ان کو قبول نہ تھی اور وہ بیوہ تھیں تو حضور ﷺ نے ان کا نکاح رد کر دیا۔ اس لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری عورت سے اجازت لی جائے گی۔ یہ بات امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے۔

مثال نمبر ۲۸:۔ مہر کے بغیر بھی نکاح درست ہے:

جو احادیث عامہ نکاح میں مہر مقرر کرنے کے اشتراط پر دلالت کرتی ہیں ۔ان پر امام ابو حنیفہ کا عمل نہ فرمانا بسبب قیاس و درائے کے نہیں بلکہ ترمذی کی حدیث کی بناء پر ہے۔ جس کو انہوں نے اپنی جامع میں روایت کیا کہ ایک ایسی عورت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آئی جس کے نکاح کے بعد اس کا شوہر بغیر دخول کے فوت ہو گیا اور مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میری رائے میں اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لئے میراث بھی ہے اور اس پر عدت بھی ہے۔ اس پر معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ بروع بنت واشق اشجعیہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسی واسطے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نکاح مہر مقرر کئے بغیر بھی صحیح ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۲۹:۔ طلاق کا طریقہ:

جو احادیث، اباحت طلاق کے متعلق وارد ہیں ۔ یہ گمان کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے قیاس کی وجہ سے ان پر عمل ترک کیا اور کہا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث صحیح پر عمل فرمایا۔ جس کو بالاتفاق شیخین نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے مدت حیض کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا تو آپ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اسے حکم دو تا کہ وہ رجوع کرے۔ پھر اسے روکے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے، پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو جائے۔ اب اگر ان کی رائے طلاق دینے کی ہے تو حالت طہر میں اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے۔ یہی ہے وہ عدت جس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا امر فرمایا۔

مثال نمبر ۳۰:۔ دانت توڑنے کا قصاص:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دانت میں بھی قصاص جاری فرماتے ہیں۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے، تو گمان یہ کیا گیا کہ یہ جریان قصاص آپ نے قیاس سے فرمایا۔ حالانکہ آپ کا اعتماد بخاری کی حدیث صحیح پر ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میری پھوپھی ربیع بنت نضر نے ایک لڑکی کو تھپڑ مار کر اس کا دانت توڑ دیا۔ پھر جاریہ والوں سے معافی چاہی مگر انہوں نے انکار کیا اور پھر دیت پیش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور حضور علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا۔

مثال نمبر ۳۱:۔ جنگ میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں بوڑھوں، خوف کرنے

والوں اور اندھوں کو قتل نہیں کیا جائے گا تو خطیب وغیرہ حضرات نے سمجھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس کی وجہ سے قتل مشرکین کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث عامہ کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف نے ترمذی کی اس حدیث صحیح پر اعتماد کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک غزوہ میں ایک مقتولہ عورت پائی گئی تو حضور علیہ السلام نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

مثال نمبر ۳۲:۔ شکاری کتے نے اگر شکار سے کچھ کھالیا تو اس شکار کا کھانا ناجائز ہے:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کتے کا وہ شکار کھانا ناجائز ہے جس میں سے کچھ اس کتے نے کھالیا ہو تو اس سے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتے کے شکار کی اباحت پر دلالت کرنے والی احادیث عامہ پر قیاس کی وجہ سے عمل ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر وہ حدیث صحیح ہے جس کے اخراج پر بخاری و مسلم متفق ہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتے کے شکار کے بارے میں سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر تو نے سدھایا ہوا کتا چھوڑا اور اس نے شکار کو قتل کیا تو اس کو کھا اور اگر اس نے کچھ کھالیا تو پھر نہ کھا۔ اور اپنے نفس کو روک دے۔

مثال نمبر ۳۳:۔ ذوی السہام:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مال وراثت کو سوائے شوہر اور بیوی کے باقی ذوسہام پر رد کیا جاتا ہے جب کہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اسے رد نہیں کیا جائے گا بلکہ بیت المال میں رکھا جائے گا۔ لوگوں نے یہاں بھی یہی خیال کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات قیاس ورائے کی روشنی میں کہی ہے۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کا عمل بخاری کی حدیث صحیح پر ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی لحیان کی اک عورت کے بچے کے بارے میں جو کہ مردہ گرا تھا ایک غلام یا لونڈی بطور دیت دینے کا فیصلہ فرمایا۔ پھر وہ عورت جس کے لئے غلام یا لونڈی دینے کا حکم فرمایا تھا مرگئی تو حضور علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے دو بیٹوں اور زوج کے لئے ہے اور قاتلہ عورت کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

نوٹ:۔ اس بحث سے معلوم ہو گیا کہ خطیب بغدادی وغیرہ کا یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبار واحادیث کے بجائے قیاس ورائے پر عمل کرتے ہیں آپ پر بہتان وافتراء ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء اس سے بری ہیں۔ البتہ جن احکام وحوادث میں حدیث موجود نہ ہو تو اس میں قیاس کرتے ہیں جیسا کہ دیگر ائمہ مجتہدین بھی ایسے احوال میں قیاس کیا کرتے ہیں۔

موئف رسالہ کہتا ہے کہ اصل رابع میں اگرچہ بات طول پکڑ گئی مگر یہ برادران احناف کے لئے فائدہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اکثر غیر مقلدین یہی اعتراض

کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں معاذ اللہ۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

مثال نمبر ۳۴:۔ خلیفہ منصور کا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک خط:

چنانچہ مشہور ہے کہ خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث پر اپنے قیاس کو مقدم رکھتے ہیں تو آپ نے جواب میں لکھا کہ اے امیر المومنین آپ تک غلط بات پہنچی ہے کیونکہ میں تو اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ ﷺ پر پھر ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلوں پر پھر دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فیصلوں پر اور پھر قیاس کرتا ہوں۔ یہ باتیں وہ محض امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض وحسد کی بناء پر کہتے ہیں تا کہ جہلاء کے سامنے بطور حجت پیش کر سکیں۔

مثال نمبر ۳۵:۔ ان کی پرواز کی حد صحاح ستہ تک محدود ہے:

بعض مقامات پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماخذ اور خداداد دقائق استدلالیہ تک ان لوگوں کے فکر کو رسائی ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان کی پرواز کی حد صحاح ستہ تک محدود ہے اور ظاہر ہے اصحاب صحاح ستہ کا زمانہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے زمانہ سے کم وبیش ایک سو سال بعد کا ہے۔ لہذا اگر کوئی حدیث اصحاب صحاح ستہ کے زمانہ میں ضعیف ہو تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ضعیف ہو کیونکہ ممکن ہے۔ اس حدیث میں ضعف بعد کے راویوں کی وجہ سے آیا ہو۔ یہی مضمون بحوالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے حدیث کی بنیاد رکھی اور ہندوستان کے محدثین مقلدین ہوں یا غیر مقلدین سب آپ کے شاگرد ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ زمانہ خیر القرون کے بعد آرائے عالم میں عام طور پر خلط ملط ہوا، اور زمانہ نے رنگ بدلا ہے۔ اگر زمانہ میں تغیر و تبدل نہ ہوتا تو پھر حضور اقدس ﷺ کی زبان حق ترجمان پر خیر القرون کی تخصیص کے کیا معنی؟

خاتمہ

حنفی نما وہابیوں کے عقائد

بعینہ وہی ہیں جو غیر مُقلِّد

نجدیوں کے ہیں

باب (۱)

وہابی مقلدین کو کافر اور مشرک سمجھتے ہیں:

خاتمہ:

ابتدائے رسالہ میں تحریر ہو چکا ہے کہ وہابیوں کے دو فرقے ہیں۔ ایک ان میں سے وہابی حقیقی ہیں جو اہلحدیث کہلاتے ہیں اور مقلدین مذاہب کو کافر، مشرک، مباح اعمال اور مباح الدم سمجھتے ہیں۔ جیسے نجدی اور ہندوستان کے بعض وہابی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی انتہائی توہین اور آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں جیسے ابوالقاسم بنارسی نومسلم نے اپنی کتاب ''الجرح علی ابی حنیفہ'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ لے قرآن وحدیث نہیں پڑھا تھا۔ تاریخ وتفسیر بالکل نہیں جانتے تھے، اس کے خیالات شیخ چلی کے خیالات کی مثل تھے اس سے تو ایک حجام بہتر ہے۔

اس کی فقہ بے عملی کی فقہ ہے حدیث میں بالکل نادان، کہ ایک صحیح حدیث بھی اس تک نہیں پہنچی۔ وہ اور اس کے تمام اساتذہ وتلامذہ ضعیف تھے۔ وہ مرجیہ جہمیہ اور زندیق تھا۔ جس طرح مرجیہ اسلام سے خارج ہیں ایسے ہی حنفی بھی اسلام سے خارج ہیں۔ اس نے شرک کی بنیاد رکھی اور مشرک ہوا۔ اس کا طریقہ صراحتاً خلاف قرآن ہے۔ نہ وہ مجتہد تھا اور نہ شرائط اجتہاد اس میں موجود تھیں وہ قرن شیطان اور باغی تھا اور مسلمانوں میں اس سے زیادہ ذلیل ومنحوس کوئی نہیں گزرا۔ (اباطیل وہابیہ

منقول از الجرح علی ابی حنیفہ مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ)

اور ایسی ہی ایک کتاب "بوئے غسلین" ہے جو عبدالجلیل سامروی کی تصنیف ہے اور ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔ ان کے آئمہ متقدمین ابن تیمیہ ابن قیم، ابن عبدالھاد اور متاخرین پیشوا قاضی، شوکانی، اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ نے بھی فقہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایسی ہی بیہودہ باتیں کی ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا باعث تطویل ہوگا۔ خیر وہ جانیں اور ان کے عقائد و اعمال جانیں کیونکہ بحکم قرآنی آیت جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی بھی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ (پ ۲۵ سورہ الجاثیہ آیت ۲۳)	(بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللہ نے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے۔)

۲۔ حنفی نما وہابیوں سے ایک سوال:

وہابیہ کے فرقہ ثانیہ سے جو لباس حنفیت میں کم علم لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ،ہم سوال کرتے ہیں کہ خدارا سچ بتاؤ کہ تم پہلے فرقے (غیر مقلدین) کے عقائد

واعمال کو اچھا سمجھتے ہو یا برا، اگر اچھا سمجھتے ہو تو پھر بمطابق حدیث

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تم بھی انہی کا حصہ اور جزء لاینفک ہوئے

لہٰذا تمہارا دعویٰ حنفیت منافقت پر مبنی ہے اور جو آیات کریمہ کفار و منافقین کے بارے میں ابتداء رسالہ میں گزر چکی ہیں وہ ہو بہو تمہارے اوپر صادق آتی ہیں اور اگر ان کے عقائد واعمال کو برا سمجھتے ہو تو پھر تمہیں ذات پروردگار کی قسم دے کر ہم پوچھتے ہیں کہ ان کے رد میں تم میں سے کسی فرد نے کوئی کتاب یا رسالہ تحریر کیا ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو اس کتاب اور اس کے مصنف کا کیا نام ہے؟ اور اگر نہیں تو تمہاری غیرت ایمانی اور حمیت دینی کہاں ہے؟

۳۔ اہل حدیث وہابیوں سے ایک سوال:

اور وہابیوں کے پہلے فرقہ یعنی غیر مقلدوں سے سوال یہ ہے کہ تم اپنے پیشواؤں قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن بھوپالی وغیرہ کی پیروی کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کرتے ہو تو تم بھی مقلد ہوئے فرق صرف اتنا ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور تم شوکانی وغیرہ کے اور جس شرک وکفر کی نسبت تم مقلدین مذاہب کی طرف کرتے ہو خود بھی اس کی زد میں ہو، اور اگر ان کی پیروی نہیں کرتے ہو تو پھر جس طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جرح کرتے ہوئے ''الجرح علی ابی حنیفہ'' وغیرہ کتابیں لکھی ہیں کیا ایسی ہی کوئی کتاب شوکانی ودہلوی وغیرہ پر جرح کرتے ہوئے بھی تحریر کی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کون سی؟ اور اگر نہیں تو

اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر یہ کہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے پیروکار ہیں اب سوال یہ ہوگا کہ کیا تمہیں حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی؟ اوران کی احادیث شریفہ کوخود سنا ہے یانہیں؟ اگر ہے تواپنی صحابیت کا ثبوت پیش کرواور اگر نہیں تو پھر تمہارے پاس یہ احادیث کس نے پہنچائیں؟ اگر کہیں کہ مصنفین صحاح ستہ وغیرہ نے ہم تک یہ احادیث پہنچائیں۔ توان سے یہ پوچھا جائے گا کہ جن راویوں سے ان مصنفین صحاح ستہ نے یہ احادیث کریمہ نقل کی ہیں وہ ثقہ معتمد ہیں یا نہیں ؟بصورت ثانی ان پر عمل کرنا خطا ہےاور بصورت اول ان کا ثقہ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟ اگر یہ کہیں کہ بزرگان دین مثلاً امام بخاری مسلم، ابن جوزی، ترمذی، یحیٰ بن معین، حاکم اور علامہ سیوطی وغیرہ کا انہیں ثقہ لکھنا ہی ان کا ثقہ ہونے کی واضح دلیل ہے تو ہم کہیں گے کہ الحمد اللہ چشم ماروشن دل ماشاد یہی تو تقلید شخصی ہے۔ کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی شخص کے قول کو بلا مطالبہ دلیل قبول کرنے کو مگر افسوس تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی پیدا کردہ آفت تمہارے سامنے آ گئی کہ تقلید تو کفروشرک اور بدعت ہے اس کا کیا علاج ہوگا۔

(اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست)

افتراقِ اُمّت

حدیث نمبر ۱

امتِ محمدیہ کا ۷۳ فرقوں میں بٹنا:

اب ہم تین نہایت ہی اہم احادیث کے ذکر پر رسالہ کا اختتام کرتے ہیں۔

۱۔ افتراق امت کے بارے میں صحیح ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ میری امت پر بعینہ ایسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے۔ جس طرح جوتی کی جوتی سے برابری ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے ان میں سے اپنی ماں سے اعلانیہ طور پر زناء کیا تو میری امت میں بھی کوئی ایسا ہوگا جو یہ کام کرے گا۔۔ بے شک بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے صرف ایک جنتی ہوگا باقی سب دوزخی ہوں گے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک جنتی کونسا ہے؟ تو فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

۲۔۷۲ فرقے دوزخی اور ایک جنتی ہوگا، اور وہ جماعت ہے:

روایت احمد وابوداوٗد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بہتر (۷۲) فرقے دوزخی اور ایک جنتی ہوگا اور وہ جماعت (بڑا گروہ) ہے اور میری امت سے بعض ایسی قومیں نکلیں گی جن میں بدعات ایسے سرایت کریں گی جیسے کتے کا زہر کاٹے ہوئے میں اثر کرتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ بغیر اثر کے نہیں رہتا۔ بہتر (۲) فرقوں کے دوزخی ہونے کے متعلق یہ حدیث اس صالح الفطرت رسول اللہ ﷺ کی ہے جس کے کلام کی شان پر یہ آیت کریمہ شاہد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔پ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳،۴	(اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے جب تک وحی نہیں آتی)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بہتر فرقے امت دعوت میں ہیں یا امت اجابت میں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امت اجابت میں یہ فرقے ہوں گے۔ کیونکہ حدیث مذکورہ بالا میں امتی کا لفظ مکرر آیا ہے اور وہ گمراہ فرقے جو اہل قبلہ نہیں ہیں انہیں حضور علیہ السلام کی امت نہیں کہا جاتا جبکہ علماء کلام نے ان بہتر (۲) فرقوں کو اہل قبلہ سے شمار کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہی ہیں جو مقلدین مذاہب اربعہ ہیں۔

۳۔ جماعت سے مراد اہل سنت و جماعت ہے:

ایک نہایت ہی عظیم اور پیچیدہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ تہتر (۷۳) فرقوں میں ہر فرقہ اس حدیث کو قبول کرتا ہے اور خود کو فرقہ ناجیہ اور حدیث ما انا علیہ و اصحابی (جس پر میں میرے صحابہ ہیں) کا مصداق قرار دیتا ہے۔ اب کون ایسا امین و حکم ہو جو اس بات کا فیصلہ کرے کہ ان فرقوں میں سے نجات پانیوالا کونسا فرقہ ہے؟ اور اگر کوئی فیصلہ کرے گا بھی تو کوئی فرقہ بھی اپنے مقصود کے خلاف اس کے فیصلہ کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ لہذا ہم اہل سنت و جماعت نے اس کا کوئی علاج نہ جانتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عاجزانہ گزارش کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ خود ہی اس بارے میں فیصلہ فرمادیں تو بفضل اللہ تعالیٰ ہم نے دیکھا کہ اس حدیث کے اس جملہ میں اس کا جواب موجود ہے کہ هِیَ الْجَمَاعَةُ (وہ جماعت ہے) جیسا کہ روایت ابوداؤد میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور لفظ جماعت اہلسنت و جماعت کے نام میں موجود ہے۔

۴۔ افراد اہلسنت و جماعت کی کثرت واضح ہے اور اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے:

اور جماعت سے مراد کثرت افراد ہے او رباقی فرقوں کی بنسبت افراد اہلسنت و جماعت کی کثرت واضح ہے اگر کسی کو یقین نہ آئے تو حکام وقت دنیا کی جو مردم شماری کرتے ہیں اس کو پیش نظر رکھے تو فیصلہ ہوجائے گا بلکہ مقلدین مذاہب

اربعہ یعنی اہلسنت وجماعت کے افراد کا مقابلہ اگر باقی تمام فرقوں کے مجموعہ سے کیا جائے تو بھی افراد اہلسنت کی تعداد کہیں زیادہ ہوگی۔

اگر کوئی یہ کہے حدیث پاک میں آنے والے لفظ جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو راہ راست پر ہوں چاہے افراد کم ہی ہوں جیسا کہ بعض محرومین کا خیال ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کے متعلق بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیصلہ کروالیتے ہیں ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جماعت سے مراد کثرت افراد ہے حدیث پاک یہ ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یقیناً میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا یا یہ فرمایا کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرے گا۔ (ترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری امت گمراہی پہ جمع نہ ہونے دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرمادیا (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جو جماعت سے علیحدہ ہوا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا (بخاری)

اگر کوئی یہ کہے کہ ان احادیث شریفہ میں اجتماع امت اور جماعت کا لفظ تو آیا ہے مگر یہ تصریح نہیں ہوئی کہ جماعت سے مراد کثرت افراد ہے تو ہم کہتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سواد اعظم یعنی بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ میں ڈالا جائے گا۔

(ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بھیڑیا بکریوں میں اس بکری کو پکڑتا ہے جو علیحدہ اور کنارے والی ہوا۔لہذا چھوٹے گروہوں سے بچو اور جماعت مسلمین وعامۃ الناس کی پیروی تم پر لازم ہے (رواہ احمد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر ہٹا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی (ابوداؤد) مشکوۃ)

نوٹ:۔

لفظ سواد اعظم (بڑا گروہ) اور لفظ عامہ جو کہ ان احادیث مذکورہ میں ہے کثرت افراد پر تصریح ہے اور کثرت افراد غیر مقلدین ودیگر فرقوں کے مقابلہ میں اہل سنت وجماعت میں ہے لہذا ثابت ہوگیا کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہی ہیں۔

حدیث نمبر (۲)

اسلام غریب ہو کر آیا اور غریب ہو کر لوٹے گا

۲۔ دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِیْبًا وَّ	(یقیناً دین غریب ہی شروع ہوا،
سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَاَ	اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی لوٹے
فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ۔	گا لہذا غرباء کو خوشخبری ہو۔

(ترمذی باب ماجاء ان الاسلام بداء غریبا)

لفظ غریب کا اطلاق اصطلاح عرب میں مسافر، تنہا پر ہوتا ہے یعنی اسلام ابتداء میں ضعیف تھا۔ پھر ترقی کر کے عروج و کمال پر پہنچا اور اب اس دور میں روبہ تنزل ہے اور روز بروز ضعف بڑھتا جارہا ہے۔ یہ صفت اس دور میں سوائے اہل سنت وجماعت کے اہل قبلہ فرقوں میں سے کسی فرقہ میں موجود نہیں جیسا کہ ہر ذی شعور و صاحب عقل مشاہدہ کر رہا ہے کہ گمراہ فرقے مثلاً شیعہ، خارجیہ، وہابیہ، نیچریہ اور مرزائیہ وغیرہ اسی زمانہ میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو گزشتہ دس سال کی مردم شماری کا تقابل موجودہ وقت سے کر کے دیکھ لے کہ باطل فرقوں میں سال بسال کس قدر اضافہ و ترقی ہوئی اور یہ زیادتی کہاں سے آئی اور اہلسنت

وجماعت سے کتنے افراد کم ہو گئے اور عوام کے اہلسنت وجماعت سے نکلنے کی وجہ ظاہر ہے کہ دوسرے فرقوں میں اکثر محرمات شرعیہ کی پابندی نہیں ہے ہر مطلق العنان اپنے وقت کا مجتہد بنا بیٹھا ہے اور جو کچھ دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے چونکہ اس دور میں سرکش نفوس تقلید وشرعی پابندی سے انکاری ہیں لہذا تقلید کی رسی اپنی گردن سے اتار کر بد مذہبی اختیار کرتے ہیں اور اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق داد نفس پروری دیتے ہوئے عمر گزار دیتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام حقیقی اسی جماعت اہل سنت کا نام ہے جو کہ مقلدین مذاہب اربعہ ہیں بلکہ اسلام تو نام ہی اس جماعت اہل سنت کا ہے کہ اس نے غربت سے ترقی وعروج حاصل کیا پھر ترقی سے روبہ غربت ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث شریف میں لفظ اسلام ہے اور اسلام کفر کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے لہذا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اسلامی حکومت واقتدار ضعف سے ترقی اور پھر ترقی سے ضعف کی طرف رجوع کرے گا۔ تو میں کہوں گا کہ اسلامی حکومتوں کے حاکم جو ہوئے ہیں کیا وہ وہابی، مرزائی، غیر مقلد، نیچری یا نجدی تھے۔

وہ بھی تو مقلدین مذاہب میں سے تھے لہذا ان کا کفار کے مقابلہ میں ضعف جماعت مقلدین ہی کا ضعف ہوا۔

حدیث نمبر ۳

جو شخص دنیا میں جس سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا!

۳۔ تیسری حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی د حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے اٹھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے قیامت کے لئے زیادہ نمازوں اور روزوں کی تیاری تو نہیں کی مگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور تو بھی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد اس کلمہ سے بڑھ کر کسی شے پر خوش ہوتے نہیں دیکھا (ترمذی)

اس حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں جس کو محبوب رکھتا ہے آخرت میں اس کے ہمراہ اس کی صف میں اسی کے درجہ میں ہوگا لہذا جو لوگ دعویٰ حنفیت کرنے کے باوجود محبت قلبی نجدیوں سے رکھتے ہیں اور ان کے افعال قبیحہ کو اچھا جانتے ہیں مسلمانان حرمین کے قتل، محرمات الہیہ کی ہتک اور شعائر اللہ کی تخریب پر

انہیں غازی موحد کامل اور عظمۃ السلطان وغیرہ القاب سے نوازتے اور ان سے دوستی رکھتے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن ان کے ہمراہ ان کی صف میں انہی کے درجہ میں ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس پر شاہد ہے

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ (اور تم میں سے کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہی میں سے ہوگا)

پ ۶ سورۃ مائدہ

آیت ۵۱

ہوشیار باش:

ان لوگوں (بعض حنفی نما وہابیوں) کے دعویٰ حنفیت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کے عقائد بعینہ وہی ہیں جو غیر مقلدین نجدیوں کے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. (پ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۸)

(اے ہمارے رب، ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا)

اے اللہ ہمیں اپنی اور اپنے محبوب کی محبت عطا فرما۔ ہمیں اپنے عمل صالح کی محبت عطا فرما جو تیری محبت کے قریب کر دے اور ایسے نیک بندے کی محبت عطا فرما جو

تیری محبت کی طرف راہنمائی کرے۔ہمیں اپنی ، اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ اور اپنے محبوب و نیک بندوں کی اطاعت نصیب فرما۔تو نے ارشاد فرمایا ہے اور تیرا ارشاد حق ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

(اور جو اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہدا اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں)

یہ آخر ہے اس کا جس کی تحریر کا ہم نے یہاں پر ارادہ کیا۔وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔تحریر رسالہ بروز پیر وقت دوپہر ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۴۶ھ میں فراغت ہوئی۔

اے اللہ ہمارا اور اس رسالہ کو بنظر انصاف دیکھنے والوں کا خاتمہ بالخیر فرما۔

محمد حسن مجددی فاروقی

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور سرکار دو عالم ﷺ کی عنایت سے ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ کو اس رسالہ جلیلہ کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا

حافظ محمد عبدالستار قادری سعیدی

ناظم تعلیمات ومدرس دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ وخطیب مسلم مسجد لوہاری گیٹ لاہور

تقریظ حضرت علامۃ العصر راس العلماء مولٰینا عبدالباقی صاحب قاضی بلاد سندھ و بلوچستان وسجادہ نشین درگاہ عالی حضرت مفتی دیار السندھ استاذ الآفاق علامہ مولٰینا محمد عبدالغفور الہمایونی علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ الذین ھم المرضیون عندہ - امابعد فانی قد طالعت الرسالۃ المسماۃ بالاصول الاربعۃ فی تردید الوھابیۃ التی صنفھا النھر القمقام والبحر الطمطام حافظ آیات القرآن ناشرا حادیث رسول الرحمن - المقتدی فی مذھب الامام النعمان - حضرۃ سیدی ومولای الحاج محمد حسن جان لازالت شموس افاضۃ ساطعۃ وبدور افادۃ لامعۃ فوجدتھا بحمد اللہ حاویۃ علی تحقیقات انیقہ وشاملتہ علی تدقیقات رشیقۃ ماسمعتھا الاذان والا راتھا الاعین ولا خطرت علی قلب بشر - مشیدۃ بالدلائل الساطعۃ وموےدۃ بالحجج القاطعۃ نافعۃ نفعاجما وفاتحتہ قلوباً غلفاً اعینا عمیا وآذانا ضما ولاریب فی انھا ماء زمزم یشربونہ لنیل الشفاء من کان قلوبھم

غلفاًوتنكشف افئدتهم بها انكشافاً يقربهم الى الله زلفى - وما الحيات يحيى به صدور الموتى وكمل الجواهر يبصربه عيون اهل العمى فلله درمو لفها حيث اتى بذلائل شافية وتحقيقات كافية ...... فياليت شعرى هذا كتاب ينطق عليكم بالحق والصواب - ولعمرى ان هذا هوالقول الفيصل فى الباب وفصل الخطاب - فمن اعرض بعد هذا التحقيق و كان من مرض القلب عليلا - فاقرء فى شانه قوله تعالى من كان فى هذه اعمى فهوفى الاخرة اعمى واضل سبيلا - وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وسلام على جميع عبادالله الصالحين خصوصاً على سيدنا وشفيعنا خاتم النبيين وعلى اله واصحابه اجمعين -

انا الفقير عبدالباقى الهما يونى عفا الله عنه

تقریظ حضرت علامۃ الدہر رئیس العلماء مولینا محمد حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ کٹپار شریف ومفتی بلوچستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی جمیع من سلک صراط المستقیم - امابعد بر ضمائر ارباب بصائر مخفی نماند کہ دریں زماں فسادوطغیان کہ شیطان وقرن الشیطان دراغواء بنی نوع انسان ازسرتاپا مشتغل ومنہمک اند ازہیچ گوشہ تداء ارحنی یا بلال مسموع نمی گرددوہیچ کسے ازاصحاب فضل وکمال در احیاء معتقدات اہل السنۃ واماتہ بدعات عقائد خبیثہ مستحدثہ مشغول نمی نمائد- حالانکہ ارباب مذاہب باطلہ ہمچون روافض ومرزائیہ ووہابیہ دراغواء خلق اللہ بکمال جوش وخروش معین ابلیس پر تلبیس اند- ودراین تگاپوی روزانہ بہ تیز رفتاری تمام روز افزون ترقی میدارند خصوصاً فرقہ شاذہ وہابیہ کہ خودراودر لباس متقیانہ ملبوس نمودہ باجبہ وستار مہرہ دار وریش مشروع وعصائے دراز درپردہ اشاعت توحید واتباع سنت وتبلیغ اسلام دردین حضرت سید المرسلین عیارانہ رہزنیہا می کنند- وہر کس می داند کہ توحید ایشاں مصنوعی توحید نجدی است نہ

اصلی توحید اسلامی و سنت ایشان سنت ابن عبدالوہاب وابن تیمیه است نه سنت نبویه علی صاحبها الصلوة والتحیة وکسانیکه درعلم تاریخ یدطولی می دارند بوجه احسن میدانند که اکثر اہل مذاہب باطله عقائد فاسده خود را به بہانه تائید وحمایت توحید الہی فروغ ورواج داده اند چنانکه طائفه معتزله که قرآن پاک کلام الہی را حادث می دانند و ازقدیم دانستنش انکار میکنند ومیگوئند که درصورت اعتقادقدم کلام الہی تعدد قدماء لازم می آید و آن منافی توحید است کما یستفاد من کتاب المامون العباسی خلیفه بغداد الی نائب اسحاق بن ابراہیم الخزاعی المذکور فی تاریخ الخلفاء فی ترجمة المامون نمی دانند که ممنوع ومنافی توحید تعدد ذوات قدیمه است نه تعدد صفات قدیمه کماحققه فی شرح العقائد النسفیة بمالا یتصور المزید علیه وہمچون حکماء فلاسفه مثل افلاطون و جالینوس وارسطا طالیس وغیرہم که توحید ذات پاک باری تعالے رابحدے که رسانیده بودند که میگفتند الواحد الحقیقی لایصدر منه الا الواحد لہذا ازباعث تضیق وتفریط در توحید ازفعال لما یریدبودن اوتعالی واز خالق کل شئی بودنش انکار نموده دروادی ضلالت سرنگون افتادند وخالقیت اوتعالی شانه رافقط درخلق عقل اول

محدودو محصور کردند۔ ہمچنیں وہابیان نیز درتوحید
اسلامی تصییق وتقریط وتحریف نموده تعظیم غیر الله
رااگرچه درحد اجازت شرعیه محدود دبوده باشد منافی توحید
ومرادف شرك وكفر دانستند كما مرجوابه فی كتبهم
المولف فی ذكر توحید النجدی ۔صدہزار شكرٔباری تعالی بجا
آورده می شود که دراین زمان سعادت اقتران ذات ملکی
صفات حجة الخلف بقية السلف راس المشائخ الكرام ورئيس
العلماء العظام مولینا ومقتدانا حضرت خواجه محمد حسن
جان صاحب فاروقی مجددی سجاده نشین درگاه ٹنڈه
سائینداد زیدت برکاته وفیوضاته در تردید اقوال وہابیان کتابی
مسمی به (الاصول الاربعه فی تردید الوبیه)تالیف نموده
مسلمانان عالم را از شرائن طائفه مفسده نجات بخشیده
است فبادروایها الطلاب الی مطالعة هذا الكتاب فانه عديم
النظیرفی هذا الباب مشتمل على الحق والصواب وانا الفقير
محمد حسن الكتباری عفاعنه الباری

تقریظ جناب علامہ وقت عمدۃ المحققین مولینا محمد قاسم صاحب مفتی گڑھی یسین ضلع سکھر (سندھ)

بسم الله الرحمن الرحیم ط

الحمد والمنة وعلى نبيه الصلوة والتحية وبعد فدونك ايها السارى هذا النبراس - كتاب فيه نور وهدى للناس-يرشدك الى الابحاث الجلية والمضامين العلية- للتر ديد على الوهابية- رائية من اوله الى اخره فوجدة حقا صريحاً لاياتيه الباطل من خلفه ولا من بين يديه فلاجل ذلك ترى الناس مذدحمين على مطالعته ومكبين عليه- يقتبسون منه لازاحة ظلمات شكوكهم مشاعل وانوارا ويقيمون للاهتداء الى مقاصد هو بعد الاستضائة به سلما ومنارا ومن لم يرفع اليه راسه او اطفا نبراسه فهو فى الدارين شقى مازا ده الاخسارا وتبارا- فلله درسيدنا المولف وهو مقتدانا وشيخ العالم- مظهر الفيض الاتم من الله العلى الاعظم- العالم الربانى والعارف الحقانى الشيخ الكبير مولينا وسيدنا حضرت خواجه محمد حسن الفاروقى المجددى السرهندى صاحب سجاده درگاه ٹنڈو دامن سائنداد بن مضافات ٹنڈه محمد خان ضلع حيدر آباد سنده لازالت شموس فيوضه ساطعة واقمار افاضة لامعة

حیث من علی کافة المسلمین بمایفید حفظ عقائد هم وازعانهم حین ماشرع المنتهبون من ارباب المذاہب الباطلة بنهب متاع ایمانهم وشفی من علیل العقائد السیئة من کان علی شفا - واوضح من مراسم الدین ماقد تغیر وعفا - ولیس هذه سنة مستحدثة استاثرها المولف الحبر النحریربل احقاق الحق وابطال الباطل سنة قدیمة فی بیت هذا الشیخ الکبیر - مستمرة فیهم عن الاکابر الی الاصاغر یرونها الاخلاف عن اسلاف العشائر کیف لایوس نسل من ہو الفاروق بین الحق والباطل صاحب الدرة والاحتساب الذی وضع الله الحق علی لسانه وجعل رائیه موافقا للوحی والکتاب ومن اولاد من ہوالامام الربانی والمجدد للالف الثانی رحمة الله علیه الذی صنف کتابه المسمی بتحقیق النبوة حین رای بعض متغلبة زمانه عذب کثیراً من علماء الاسلام بتشدیدات وتعذیبات لایناسب ذکرها لرسوخهم فی متابعة الشرائع واذعان المرسل - وبلغ الامرالی ان یهجرالتصریح باسم خاتم الانبیاء علیه الصلوة والسلام فی مجلسه ومنع ذبح البقرة وهو من اجل شعائر الاسلام فی الهند وخرب المساجد ومقابر اهل الاسلام وعظم معابد الکفار ورسوماتهم وعباداتهم وصنف کتابه فی التردید علی الروافض حین رای فتنتهم قد فشت فی الهند

واکنافها فا الخلف الصالح من اتم بسمات آبائه اتصف بصفات کبرائه لیکون اتصافه بتلك الصفات علی صحة انتسابه برهانا کبیرا- ومن لم یتصف فکانه لم یات بما یکون علی ماادعاه سلطانا نصیرا - فیافاض الجود ویاغایة کل مقصود افض علینا من برکات هذا الشیخ المولف واجزه عنا وعن جمیع المسلمین مایوازی غنائه ویجازی عنایه من جمیل الثناء والصالح الدعاء وآخردعونا ان الحمدلله رب العالیمین والصلوة والسلام علے سید المرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین کتبه الفقیر محمد قاسم المتوطن فی بلدة گڑھی یاسین ضلع سکھر سنده

تقریظ جناب قدوة السالکین علامه مخدوم بصر الدین صاحب سیوستانی

بسم الله الرحمن الرحیم ط

الله تعالی درمولینا المولف الشیخ الکامل - والعالم العامل المشتهر فی المشارق والمغارب- صاحب المقامات العلیة والمناقب حیث بنی اربعة جدران ومنع الضلال من الاختلاط بالحق ومیز الطیب من الخبیث فهذا هو الحق الصریح الذی یعض علیه النواجذ وما ذا بعد الحق الاالضلال والهادی هو الله المتعال کتبه بصر الدین السهوائی عفاالله عنه-

تقریظ جناب بحر العلوم علامہ مولینا مولوی حاجی لعل محمد صاحب متعلوی زید مجدہ

بسم الله الرحمن الرحيم ط

لله الحمد حمدا لا امد له ولا قضاء ولا ثناء ثنا الا غاية و لا انتهاء۔ حيث وفق لمولينا معدن المعارف والحقائق له مصدر الرموز والدقائق ذى لآراء السديدة المويد لشريعة الاحمدية۔ يغسوب الملة الحنفية۔ على تاليف هذا الكتاب المستطاب المسمى بالاصول الاربعة فهذا شىء عجاب ۔وذان الكتاب لاريب فيه وهو حق حقيق والحق احق ان يتبع ويعض عليه بالنواجذ۔ وانا العبد الضعيف لعل محمد المتعلوى عفى عنه ما كان منه۔

تقریظ منظوم از جناب علامہ مولانا مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب یاسینی ناظم جمعیۃ الاحناف صوبہ سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

حمدالک اللھم رب العلمین — ایاک نعبد مخلصین ونستعین
صلیت بالصدق القراح علی النبی — وعلی العشیرۃ والصحابۃ اجمعین
فاقول ایقاظا لجمع المومنین — واعول بالتوفیق من رب معین
ان الوھابیین فتنتہم فشت — وبتاعد وامن ظل ایمان دین
قدوھنوا شان النبی ونقصوا — فاستیطنوافی النار اینھا خلدین
قدالف الغوث الامام لردھم — شیخ الشیوخ العارف الحبر المتین
زبرا مسمی بالاصول الاربعہ — وہو الکتاب الفردوالحصن الحصین
یاطالبی المولی تعالوا نحوہا — فیہ الھزیۃ والسعادۃ بالیقین
فتبادروا اھل الھدے وتسارعوا — للہ لکم من زلتہ حرز ثمین
واذا تمسکتم بہ فاستبشروا — طوبی لکم قد فزتم الفوز المبین
واللہ مارات العیون مثیلہ — ھذا لکم من ناظم قول دکین-

(کتبہ العبد الضعیف الاثیم محمد ابراہیم الیاسیی تجاوز اللہ تعالی عن خطیاتہ)

تقریظ علامہ نحریر مولانا مولوی خادم حیسن صاحب بھلیڈنہ آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد اللہ الذی ھوفائق الاصباح- والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد ن الذی ھو صاحب الاصلاح وعلی الہ

واصحابه الذين سعوا بامر الدين فی کل مساء وصباح امابعد فقد رایت الرسالة السماة بالا صول الاربعة فی تردید الوهابیة التی صنفها الشیخ الامام قدوة علماء الا نام فخر الفضلاء العلمین وارث مقامات الانبیاء والمرسلین شیخ الاسلام والمسلمین مولائی وسیدی حضرة الخواجه محمد حسن السرهندی الفاروقی المجددی لازالت عتبته ولایة مهبطا للانوار القدسیة وسدة کرامته ملتثما لاماجد البریة فوجد تها حاویة لجمیع مسائل الباب وکافیة لازالة شکوك من له الارتیاب فان بقی بعد ذلك ریب لقوم یجحدون فبای حدیث بعده یومنون رقمه خادم حسین عفا عنه رب المشرقین ۔

تقریظ تحریر فالق مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب بوبکانی ناظم نظام العلماء صوبه سنده

بسم الله الرحمن الرحیم ط

الحمدلله رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی رسوله سیدنا ومولینا وشفیعنا محمد وآله واصحابه اجمعین ۔امابعد فانی قد طالعت هذه الرسالة الشریفة

المسملة بالاصول الاربعة وامعنت النظر فيها فوجد ته على الوهابيين برهانا ساطعا ولا عناقهم سيفاقاطعا وهذا الحقير ماراٸى مثلهاالى الآن جامعاللفوائد وحاويا للمقاصدو الفوائد فكل حرف منها حقيق بان يكتب بالذهب وكل سطر منها يليق ان يستند به اهل المذهب فهى خلاصة الرسائل المولفة فى هذاالباب وز بدة التصانيف التى اختار ها اولو الالباب۔ كيف لاوقد الفهاراس المشائخ العظام ورئيس العلماء الفخام۔ القامع لاساس الكفر والبدعة مروج الطريقة والشريعة سيدناوسندنا ومرشدنا ومعتمد نا ومعتمدا لعالم لازالت شموس فيوضهم لامعة وبدور ارشاد اتهم ساطعةعلينا فلله دره وعلى الله اجره حيث اظهر الحق فى زمان قدا نطمست آثاره۔ ونورالحق فى قرن قد خمدت انواره فهذا كتاب حق من اقتدى به نجاعن غواية الوهابيين ومن لم يهتدبه فهو من الظالمين وقد حرر هذه السطور عبدالقيوم المختيارى فورى ثم البوبكانى عفا عنه الله الغفور۔

تقریظ فاضل محقق مولینا مولوی

صاحب داد صاحب سلطانکوٹی

مدیر رسالہ الہمایوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ الذی کفی والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمدن المصطفی وعلی الہ المجتبی واصحابہ الذین حصلوا منہ المکانات العلے امابعد فقد رایت الرسالۃ المسماۃ بالاصول الاربعۃ کاصول اربعۃ لبنیان الدین من آوی بہا فقدحین من شرقرن الشیطان اللعین ۔وھو کتاب یلیق ان یقال فیہ انہ الحصن الحصین فانہ لدفع مایضر بالایمان حرزثمین فللہ درمولفہ الکامل البارع برھان اماجد الاصفیاء سلطان الاعاظم الاتقیاء شمس الضحی بدر الدجی فلک العلی فخر الورے بحر الندی بالھدے سلطان ارباب المناقب کلھم صدر الشعریعۃ والولایۃ والتقی۔ وھو شیخ الاسلام اعظم۔ ھادی طوائف الامم مولائی وسیدی الخواجہ محمد حسن جان السرھندے المجددی مدظلہ العالی فیا معشر اولی الالباب علیکم بھذاالکتاب فانہ یرشد کم الی طریق الحق والصواب

لحفظكم عمايوجب العذاب والعقاب ـ وانا البعد المسمے بصاحبداذغفرله رب العباد ـ

تقریظ عالم مدقق مولانا مولوی عبدالستار صاحب صدر

مدرس مدرسه اله آباد نزدیك صحبت پور ضلع سیوی بلوچستان (سنده)

بسم الله الرحمن الرحیم ط

الحمد لله الذی وفق لعباده الصالحین علی تائید دینه المتین والصلوة والسلام علے سیدنا محمد الذی بشر ببعث رجل من المجددین علی راس کل مائة عام بالیقین وعلے اله وصحبه الذین تمسکوا بآثار الرسول الامین امابعد فقد طالعت الرسالة المسماة بالاصول الا ربعة وتعمقت النظر فے مضامینها فهی دواء لمن فی صدرداء من وسواس الخناس وشفاء لمن فی قلبه مرض الیاس من حصول برکات سیدالناس علیه وعلی آله وصحبه الصلوة والسلام من اله الناس کیف لاوقد صنفها من لا نظیر له فی الزمان صاحب العلم والعرفان الحافظ لکلام الله والمجاهد لاعلاء کلمة الله صاحب الکرامات الظاهرة مالك المقامات الفاخرة مولائی وسیدی شیخ الاسلام الحاج محمد حسن جان السرهندی الفاروقی المجددی ـ متع الله طلبة

الحق بطول بقائه وس على كافة المسلمين آمين بدوام غره وعلائه امين ثم امين والحمد لله اولا وآخرا والصلوة على جيبه باطنا وظاهرا وانا الفقير عبدالستار عفاالله عنه۔

تقریظ جرنحریر جناب صاجزاده محمد معصوم صاحب خلف رشید حضرت سجاده نشین صاحب درگاه خیاری شریف زید فیضه

بسم الله الرحمن الرحیم ط

الحمد لله الذی جعل العلماء الراسخین قامعین لمکائد الفرق الباطلة ۔ ودافعین للتوهمات الواهیه والتحیلات الفاسدة والصلوة والسلام علی رسوله محمدن الذی اعطاه اخبار المغیبات الخفیة۔ واقامة بالحجج القطعیة القویة امابعد فقداطلعت علی الرسالة الجلیلة والعاجلة النافعة اللطیفة۔ المسماة بالاصول الاربعة فی تردید الوهابیة۔ التی هی منبهة علی ضلالات الفرق المبتدعین وموقظة لقلوب الکاسلین الغافلین عن عقائد هم الباطلة واختلافاتهم العاطلة۔ دلا ئلها محلاة بالآیات البینات وبراهینها موشحة باحادیث

الثقات۔ کیف لا وقدوۃ الفقہاء الشیخ الامام۔ قدوۃ الفقہاء الکرام علامۃ الزمان ترجمان الحدیث والقرآن۔ زبدۃ العلماء المحققین۔ اکمل الاولیاء الصدیقین ۔ العضد للملۃ المحمدیۃ۔ والکبد للسمحۃ الاحمدیۃ اعنی مولینا الحاج الخواجہ محمد حسن جان السرھندی النقشبندی لازالت شموس فیضانہ ساطعۃ علی روس الآنام۔ ومابرحت قمور افاضاتہ لامعۃ علی مفارق الخواص والعوام بحرمۃ سیدنا محمد وآلہ العظام واصحابہ الغر الکرام۔ فجزاہ اللہ تعالی جزاء کاملا وفضلا کافلا وعلی المسلمین ان یجعلوا ھذا الکتاب ذخرا لیوم الجزاء۔ فانہ لداء القلب دواء وشفاء وانا المصدق الراجی الیٰ رحمۃ ربہ المنان۔ عبدہ المسمی بمحمد معصوم عفااللہ عنہ ماصدر منہ من کل خطاء ونسیان ابن العارف الکامل والعالم العامل قدوۃ الاصفیاء الدوران۔ قطب سماء العرفان حضرت سجادہ نشین درگاہ خیاری شریف ضاعف اللہ جلالہ وادام علی الانام ظلالہ آمین۔

تقریظ عالم متین مولینا مولوی قمر الدین صاحب عطائی مدیر رسالہ مہیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

جبہء اخلاص رابرعتبہء مدحت و ستائش مالکی کہ ولی جمیع محامدازلی وابدی است آسودہ وزبان مبین احسان رابشنائی وصلوۃ محسنی کہ ہمہ عالم طفیل او نعمت وجود یافتہ کشودہ باظہارمند عامی پردازد کہ رسالہء اصول اربعہ مولفہ شیخ الاسلام والمسلمین حجتہ اللہ فی العالمین امام المتقین سیدی وآقائی اعلی حضرت خواجہ محمد حسن جان صاحب قبلہ مجددی متع اللہ طلبۃ الحق بطول بقائہ آمین کہ برائے ہدایت گم گشتگان وادی ضلالت مثل مرشد کامل وجہت رہنمائی رہزدگان شیطان غوی چون خضر رہبر منازل است بمطالعہء ایں خاکسار رذرہ بمقدار درآمدہ۔ الحق کتابی است کہ ہر مسئلہ اش مدلل بدلائل ساطعہ است وہر حکمش مذیل بہ براہین قاطعہ است وبرائے علیلان غلت نفاق دوائی شافی است وبہر منکران کمالات مقربان بارگان الہی حجت کافی است۔ فطوبی لطالبی الحق حیث وجد واماھوماولھم بشری لاصحاب الصدق فقد ادرکوا

اساھو مسئولهم وانا الفقير قمر الدين العطائی مذیه رساله مهير
عفاالله عنه ۔



ادارہ کی دیگر مطبوعات



